

وحدتِ ادیان کی حقیقت

محمد اقبال ملا[ؒ]

سکریٹری شعبہ دعوت، جماعت اسلامی ہند



مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشورز، نئی دہلی ۲۵۔

مطبوعات بیومن دلیفیشرزسٹ (رجسٹر نمبر: ۱۳۵۵)
© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : وحدت ادیان کی حقیقت
مصنف : محمد اقبال ملا
صفحات : ۴۲
اشاعت : مارچ ۲۰۱۵ء
تعداد : ۱۱۰۰
قیمت : ۳۰ روپے/-

ناشر : مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشورز
ڈی۔۔۔ ۳۰، دھوکت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامد نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵
فون: ۰۱۲۵۲، ۰۹۸۷۳۲۷، ۰۹۸۷۸۵۸ فکس:
E-mail : mmipublishers@gmail.com
Website : www.mmipublishers.net

مطبوعہ : اصلہ آفس پرنٹرز، نئی دہلی - २

WAHDAT-E-ADYAN
KI HAQIQAT (Urdu)
By: Mohammad Iqbal Mulla
Pages: 64
Price: ₹30.00

فہرست مضمون

۵	• پیش لفظ
۷	• مقدمہ
۹	• وحدت ادیان کی حقیقت
۱۱	قابل توجہ باتیں
۱۲	مذہب کی تعریف
۱۳	چند اہم سوالات
۱۵	سچے مذہب کی خصوصیات
۱۹	مذاہب میں مشترک امور
۲۱	انسانیت کا پہلا مذہب
۲۳	اہل مذاہب کے درمیان ناقابلی کے اسباب
۲۷	• چند بنیادی تصورات اور مذاہب
۲۷	(الف) تصور خدا
۳۲	(ب) تخلیق کائنات
۳۸	(ج) انسان کی ہدایت و رہنمائی کا انتظام
۴۲	(د) زندگی بعد موت کا تصور
۴۷	• وحدت ادیان کا ایک اہم پہلو

وحدت ادیان کی حقیقت

۵۹

قرآن کی رہنمائی

۵۱

بعض مذاہب کس طرح وجود میں آئے؟

۵۲

فیصلہ انسان کے ہاتھ میں ہے

۵۳

ایک اہم حقیقت

۵۵

مسلمانوں کی ذمہ داری

۵۷

• مکالمہ میں المذاہب

۶۰

مندرجہ رواداری



پیش لفظ

اللّٰہ رب العزت نے انسانوں کی تخلیق کے ساتھ ہی ان کی مادی اور روحانی دلوں بنیادی ضروریات کی تکمیل کا سامان فراہم کیا ہے۔ چنانچہ جہاں ایک طرف یہ ارشاد ہوا: ”اس کائنات کو انسانوں کے لیے سخر کیا گیا ہے، وہیں دوسری طرف یہ بات بھی کہی گئی کہ ”انسانوں اور جنات کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔“ ایک طرف مادی ضروریات کی تکمیل کا انتظام کیا گیا تو دوسری طرف روحانی ضروریات پوری کی گئیں۔ چنانچہ کائنات کا مشاہدہ اور انسانی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ہر دور میں اللہ رب العزت کی جانب سے ان دلوں بنیادی ضروریات کا بھر پور انتظام فرمایا گیا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کائنات انسان کی بنیادی مادی ضروریات سے خالی ہو گئی ہوا سی طرح کبھی ایسا بھی نہیں ہوا کہ انسانوں کے درمیان اللہ کی جانب سے روحانی ضروریات کی تکمیل کے انتظام میں خلل واقع ہوا ہو۔ مادی ضروریات کی تکمیل پر ہمارے گرد و پیش کی ساری کائنات گواہ ہے۔ اسی طرح روحانی ضروریات کی تکمیل کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور اپنی کتابوں کے ذریعہ بہترین انتظام فرمایا۔ حضرت آدم سے حضرت محمد ﷺ تک انبیاء اور رسولوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ ہر دور میں، جب انسانیت نے اللہ کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے اختیار کیے، پیغمبروں کے ذریعہ بندگی رب کی تعلیم دی گئی اور روحانی سکون و اطمینان کے خدائی راستے کی طرف ان کی رہنمائی کی گئی۔

اسلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسانوں کے نام آخری اور ابدی پیغام ہے۔ اس کے آجائے کے بعد گزشتہ پیغمبروں کے ماننے والوں کو اس آخری اور ابدی پیغام کا پابند ہنا دیا گیا۔ رہتی دنیا تک انسانوں کے لیے واحد ذریعہ نجات اور شاہراہ کامیابی ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ

اس حقیقت کو واضح لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ چیزِ اسلام میں عقیدے کا درجہ رکھتی ہے۔ تجب ہوتا ہے کہ اس کے بعد بعض مسلم دانش و روحانیت ادیان کی بات کرتے ہیں۔ اس کی دو بنیادی وجہ سمجھ میں آتی ہیں: ایک یہ کہ وہ اسلام کی حقیقت سے واقع نہیں ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ مذاہب کے شدید تصادم کے نتیجے میں بقائے باہم کے ایک غلط نظریہ کو خواہی یا ناخواہی قبول کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ بہرحال اس کے کئی منفی اثرات رونما ہوتے ہیں: ایک تو اسلام کی غلط تصویر لوگوں کے سامنے آتی ہے اور اسلام اللہ رب العزت کی آخری اور ابدی ہدایت کی جگہ انسانوں کے خود ساختہ مذہب کی جگہ لے لیتا ہے۔ دوسرے اس کے نتیجے میں دعوت دین کی سرگرمیوں کے متاثر ہونے کا شدید اندریشہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس سے عام فرد کے ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب تمام ہی مذاہب یکساں اور درست ہیں تو پھر اسلام ہی کیوں؟ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سارے مذاہب اور ان کی شخصیات کا احترام ہونا چاہیے تو اس بات کی ہدایت خود قرآن میں دی گئی ہے اور یہ نہایت مناسب بات ہے۔ رہی یہ بات کہ تمام مذاہب اور ان کی تمام تعلیمات درست اور صحیح ہیں تو یہ بات کسی تحقیق اور حقیقت پسندی پر بھی نہیں ہے۔

جناب محمد اقبال ملا، سکریٹری شعبہ دعوت جماعت اسلامی ہند کی یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک اچھی کوشش ہے۔ اس میں انہوں نے وحدت ادیان کے نظریے پر اصولی گفتگو کرتے ہوئے، اس کو غلط اور گمراہ کن نظریہ قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی مذہب کے سلسلے میں چند اہم موضوعات پر تقابلی مطالعہ کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ اسلام ہی دین حق ہے۔ اسی کے ساتھ موصوف نے اہل مذاہب کے درمیان ڈائلگ اور گفتگو کے ذیل میں کچھ عملی ہدایات بھی دیں، تاکہ تماج میں رہنے والے مختلف طبقات اور مختلف مذاہب کے افراد باہم امن و سکون کی زندگی گزار سکیں اور ان کے درمیان کسی قسم کا تصادم رونما نہ ہو۔ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس موضوع پر مزید تحقیقات سامنے آئیں، تاکہ لوگوں کے سامنے دو دھکا دو دھکا پانی کا پانی ہو سکے۔

مقدمہ

ہمارے ملک میں مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں اور ان کے ماننے والے رہتے ہیں۔ مسلمان صدیوں سے ان کے ساتھ کھپڑی کے داؤں کی طرح مل جل کر رہتے ہیں۔ بہت کم آبادیاں ایسی ہیں، جہاں غیر مسلموں کے ساتھ مسلمان موجود نہ ہوں۔ مسلمانوں کا منصب فریضہ دعوت دین اور اقاومت دین ہے۔ قرآن و حدیث اور اسوہ رسول ﷺ اور اسوہ سخاہ کرامؐ سے یہ فریضہ ثابت ہوتا ہے۔ ماضی میں مسلمانوں کی طرف سے اس فریضے کی ادائیگی کی کوشش ہوتی رہی ہے، لیکن مجموعی حیثیت سے اس معاملہ میں عمومی غفلت بر تی گئی۔ اب الحمد للہ مسلمانوں کی جانب سے اس فریضے کی انجام دہی کی بتدریج کوشش ہو رہی ہے۔

اسلام کے عمومی تعارف اور دعوت حق کی پیش کش کے دوران داعیوں کے سامنے ایک عملی مسئلہ وحدت ادیان کا پیش آتا ہے۔ یعنی لوگ کہتے ہیں کہ سارے مذاہب برحق ہیں، کوئی ایک مذہب تہبا برحق ہو اور بقیہ مذاہب حق پر نہ ہوں، ایسا نہیں ہے۔

قرآن کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی جانب سے آغاز انسانیت ہی سے، انسانوں کے لیے جس ہدایت و رہنمائی کا انتظام کیا گیا، وہ اسلام ہے۔ اسے بندوں تک پہنچانے کے لیے سلسلہ رسالت کا انتظام کیا گیا۔ چنانچہ حضرت آدمؑ پہلے انسان ہی نہیں، بلکہ پہلے پیغمبر بھی ہیں۔ ان کے بعد پیغمبروں اور نبیوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ آج سے چودہ سو چھاس سال قبل عرب میں بھیجے گئے اور ان پر آخری کتاب ہدایت قرآن مجید نازل کی گئی۔ ہمارے ملک میں بھی یقیناً پیغمبر اور انبیاء آئے ہوں گے یا ان کی

تعلیمات پہنچی ہوں گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آج بہت سارے جو مذاہب پائے جاتے ہیں، وہ اپنی موجودہ شکل میں اللہ کی طرف سے نہیں ہیں۔

یہ کتاب اصلاً برادران وطن کے لیے لکھی گئی ہے، تاکہ وہ وحدت ادیان کی حقیقت کو جان لیں اور ان کے سامنے اسلام کا صحیح تعارف آجائے۔ اس کے ساتھ داعی حضرات کو بھی اس کتاب کے مطالعے سے وحدت ادیان کی حقیقت کو بخشنے میں مدد ملے گی اور وہ برادران وطن کو اس مسئلے کے متعلق حقائق سمجھا سکیں گے۔

امید ہے کہ قارئین اس کتاب سے بھرپور استفادہ کریں گے۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو مزید بہتر بنانے کے لیے مشوروں سے نوازیں۔ اس کتاب کی تیاری ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی سکریٹری تصنیفی اکیڈمی، مولانا نیم احمد غازی فلاحتی سکریٹری اسلامی سماحتیہ ترست، ڈاکٹر محمد رفت سکریٹری شعبہ تربیت جماعت اسلامی ہند اور مولانا عبد الحفیظ رحمانی ویلور، نے دلچسپی لی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ میں ان حضرات کا متشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزاً خیر سے نوازے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس مقصد سے یہ کتاب لکھی گئی ہے، وہ پورا ہو اور اس کا فائدہ عام ہو۔ (آمین)

محمد اقبال ملا

سکریٹری شعبہ دعوت جماعت اسلامی ہند
بنی دہلی۔ ۲۵۔

کیم مارچ ۲۰۱۵ء
۹ رب جادی الاولی ۱۴۳۶ھ

وحدتِ ادیان کی حقیقت

عام طور پر مذاہب کے بارے میں جب گفتگو کی جاتی ہے تو یہ بات ضرور کہی جاتی ہے کہ تمام مذاہب برحق ہیں۔ کوئی ایک مذہب تہبا برحق ہو اور دیگر مذاہب حق پر نہ ہوں، ایسا ممکن نہیں ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ مذاہب کے نام الگ الگ ضرور ہیں، لیکن ان سب کی منزل ایک ہی ہے، لہذا ان میں سے کسی بھی راستے (مذہب) کو انسان اختیار کر لے، وہ منزل تک پہنچ جائے گا۔ جب سارے مذاہب برحق ہیں تو کسی ایک مذہب کو سچا قرار دے کر دوسرا مذاہب کو سچا قرار نہ دینا صحیح نہیں ہے۔ جو فرد جس مذہب پر عمل کر رہا ہے، کرتا رہے وہ دوسرے فرد کو اپنی پسند کے مذہب پر چلنے کا حق دے اور اس کے مذہب کو بھی سچا تسلیم کرے اور یقین رکھے کہ اس کے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب پر چلنے والے بھی نجات کے حق دار ہیں۔ اسی لیے کسی مذہب کے حق ہونے پر اصرار کرنا اور لوگوں کو اس مذہب کے قبول کرنے کی دعوت دینا، سماج میں ناقلتی اور انتشار پیدا کرے گا۔ اس کے نتیجے میں قومی پیغمبری پارہ پارہ ہوگی اور لوگوں میں مذہبی منافرت اور دوری بڑھے گی۔

جو لوگ یہ نقطہ نظر رکھتے ہیں، انہوں نے مذاہب کے بارے میں سمجھی گی اور گہرائی سے غور نہیں کیا۔ یہ ایک سرسری رائے اور سطحی اندازہ ہے۔ اس بات سے یقیناً اتفاق کرنا چاہیے کہ محض مذہب کے فرق کی بناء پر لڑنا جھگڑنا غلط ہے۔ مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان انسانوں کے لیے احترام، محبت، ہمدردی اور بھائی چارہ ہونا چاہیے۔ یہ بات بھی صحیح ہے کہ تکشیری معاشرہ (Plural Society) میں جہاں ایک سے زائد مذاہب کے ماننے والے رہتے ہوں،

مذہب کی بنیاد پر تصادم، منافرت اور کشیدگی تباہ کن ہے۔ ان کے درمیان لازماً رواداری اور بھائی چارہ ہوئی چاہیے۔

سوال یہ ہے کہ مذکورہ مقاصد کے حصول کے لیے کیا حدت ادیان کو تسلیم کرنا ضروری ہے، خواہ عقل و دلیل اور علم و بصیرت کی بنیاد پر کوئی فرد تمام مذاہب کو صحیح نہ سمجھتا ہو؟ ہر طرح کے تعصبات سے اوپر اٹھ کر بے لام اور قابلی مطالعہ مذاہب کے نتیجے میں جو بھی سچائی اور حقیقت سامنے آتی ہے کیا اس کو تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے؟

اس بحث میں یہ پہلو بھی اہم ہے کہ مذاہب کے درمیان حق کی تلاش کا منشاء نہیں ہے کہ کسی ایک مذہب کو فضل اور برتر قرار دے کر دوسرا مذاہب کو کم تر یا حقیر سمجھا جائے بلکہ تمام مذاہب کے احترام کے ساتھ ساتھ یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا ان سب کی سچائی بے داغ ہے؟ یا صرف ایک مذہب ایسا ہے، جس کی سچائی بے داغ ہے؟

اگر دلیل، عقل و بصیرت کی بنیاد پر کسی ایک مذہب کا حق ہونا ثابت ہو جائے تو اپنی دنیوی کامیابی اور آخری نجات کا صاف تقاضا ہے کہ انسان اسے قبول اور اختیار کر کے اپنی زندگی اسی کے تحت بسر کرے۔

مختلف مذاہب کے بیرونیں کے درمیان خوش گوار تعلقات، بھائی چارہ اور مذہبی رواداری کے لیے ضروری ہے کہ:

- ہر انسان کو عقیدہ اور مذہب کے انتخاب کی آزادی حاصل ہو اور اس معاملے میں اس پر جبرا اکراہ نہ ہو۔
- مذہب کی بنیاد پر کسی کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک نہ کیا جائے۔
- اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ بھائی چارہ اور رواداری برقراری جائے۔
- دیگر مذاہب کے پیشواؤں اور شخصیتوں، مذہبی کتابوں اور عبادات کا ہوں کا احترام ملحوظ رکھا جائے۔

قابل توجہ باتیں

کیا سارے مذاہب بحق ہیں یا خالق کی طرف سے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے ایک ہی مذہب آغاز انسانیت میں دیا گیا تھا؟ یہ بینادی سوال ہے، جو کہ محض علمی اور فلسفیانہ نہیں ہے۔ اس کا تعلق ہر انسان کی دنیوی کام یا بی اور زندگی بعد الموت میں اس کے نجات کے مسئلے سے بھی ہے۔ مذہب ہر انسان کی بینادی اور سب سے اہم ترین ضرورت ہے۔ انسان کی بینادی ضرورتوں مثلاً ہوا، پانی، روشنی، حرارت اور زمین میں غلہ اگانے کی طاقت وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے خود پورا کیا ہے، اس سے بہتر کوئی دوسرا انتظام ہو ہی نہیں سکتا تھا، ان ضرورتوں کو خدا نے کسی اور کے یا خود انسان کے حوالے نہیں کیا، تو کیا خدا نے انسان کی سب سے بڑی اور اہم ضرورت ہدایت و رہنمائی کا انتظام خود نہیں کیا ہو گا؟ کیا اس نے ہدایت اور رہنمائی کا انتظام کسی انسان یا انسانوں کے گروہ کے حوالے کیا ہے؟ کیا انسان اس پوزیشن میں ہے کہ وہ اپنے اور دوسرے انسانوں کے لیے مذہب تجویز کرے؟

فرض کیجئے خدا کے عطا کردہ مذہب کو چھوڑ کر کسی نے اپنے پسندیدہ یا آبائی مذہب میں پوری زندگی بس رکڑا۔ لیکن موت کے بعد کی زندگی میں اسے پتہ چلا کہ خدا کی ہدایت اور رہنمائی سے وہ دنیوی زندگی میں محروم رہا تھا اور اب اسے ناکامی اور دروزخ کے عذاب کا خطرہ درپیش ہے، تو اس وقت کیا ہو سکتا ہے؟ یہ اپنے آبائی مذہب سے محض جذباتی اور عملی وابستگی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اپنی زندگی کی بیش بہا اور تیقینی نعمت ہونے کے احساس کو پانے اور راہ حق میں روحانی ترقی، کام یا بی اور اخروی زندگی میں ابدی نجات پانے کا مسئلہ ہے۔ ہر ایک انسان کی یہ بہت اہم اور نازک ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی ذاتی پسند و ناپسند اور آباء و اجداد کی محبت میں کسی کے مذہب پر چلتے رہنے کو کافی نہ سمجھے بلکہ خدا کے بھیجے ہوئے یعنی مذہب کو تلاش کرے اور اسے پانے کے بعد اپنی زندگی میں آزاد مریضی سے اس کو قبول کر لے۔

انسان آج سوچ بچار کر سکتا ہے اور کوئی فیصلہ اپنے مفاد میں کر سکتا ہے۔ حق و صداقت کے لیے کوئی قربانی دینا پڑے، دنیوی آسائشوں اور راحتوں سے عارضی طور پر محروم ہونا پڑے تو

اس کا بھی فیصلہ کر سکتا ہے، لیکن جب موت آئے گی اور اس کے بعد دوسرا دنیا میں آنکھ کھلے گی تو اس سوچ بچار کرنے یا اپنے مفاد کے لیے کوئی فیصلہ کرنے کا موقع سرے سے نہیں ملے گا۔ یہ زندگی ایک ہی بارٹی ہے، اس لیے آج غور و فکر اور صحیح فیصلے کا نہایت قسمی و بہترین موقع حاصل ہے۔ اسے ضائع کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

قارئین کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے یہ عرض کرنا ہے کہ یہ تحریر دراصل زندگی کے متعلق بنیادی سوالات اور ان کے جوابات کے حوالے سے مذاہب کا مقابلی اور معروضی مطالعہ ہے۔ ان میں سے کسی بات سے کسی بھی مذہب کی توبین اور تحقیر مقصود نہیں ہے۔ زامن تمام مذاہب کے لیے احترام کا جذبہ رکھتا ہے۔ جس مذہب کا بھی یہ موقف ہے کہ تہاؤ ہی حق ہے، اس کے موقف کو علم و عقل اور دلیل و بصیرت کی بنیاد پر بے لالگ جائزہ لے کر جانچنا چاہیے۔ خدا کی طرف سے عطا کردہ حق و صداقت قبول کرنا ہر فرد کی کام یا بی و نجات کے لیے بے حد ضروری ہے۔ عقل و بصیرت کی روشنی میں یہی محقق رہی ہو سکتا ہے۔ یہ کسی مذہب کے محض افضل و برتر اور کم تر یا حقیر ہونے کا مسئلہ نہیں ہے۔

مذہب کی تعریف

مذہب کی تعریف بیان کرنے کے لیے وحدت ادیان کے قائل بعض دانش و رؤوس اور اہل علم نے درج ذیل باتیں کہی ہیں۔

- مذہب فرد کا روحانی تحریر ہے۔
- مذہب سچائی کی تلاش ہے۔
- مذہب Reality کو پانے کے لیے فرد کی کوشش کا نام ہے۔

ان میں سے بعض تعریفوں کا منشایہ ہے کہ مذہب کا وجود، خدا کے تصور، سلسلہ وحی اور خدا کے پیغام کو پہنچانے والے نبی، رسول اور پیغمبر کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہدایت الہی کے بغیر زندگی کے لیے مکمل ہدایت اور رہنمائی مل

سکتی ہے؟ کیا نمکورہ اصطلاحات کے ذریعہ، عقائد، عبادات، اخلاق اور نظام زندگی وضع کیے جاسکتے ہیں؟ سوال یہ بھی ہے کہ خدا کو چھوڑ کر یہ سب کون کرے گا؟ مختلف افراد کے روحانی تجربات اور سچائی کی تلاش کی کوششیں یقیناً مختلف نتائج پر ختم ہوں گی۔ ان میں حق اور ناحق کو پر کھنے کا معیار کیا ہو گا؟ وہ کسوٹی کیا ہے، جس پر پرکھ کر کوئی کہہ سکے کہ یہ صحیح اور بحق ہے، لہذا اسے قبول کرنا چاہیے۔ یہ واقعہ ہے کہ جن افراد نے بھی اپنے ظور پر روحانی تجربات حاصل کیے اور سچائی کی تلاش کی ان میں کتنے ہی اختلافات اور تضادات پائے جاتے ہیں کیا وہ سب بیک وقت صحیح اور قابل قبول ہو سکتے ہیں؟ انسانی زندگی کے لیے عقیدہ وضع کرنا، عبادات کا طریقہ اور نظام زندگی کے اصول اور احکام و ضوابط مرتب کرنا انسان کے لیے ناممکن ہے۔ انسان نے اپنی تاریخ میں اس کی کوششیں کی ہیں۔ مگر وہ ہمیشہ ناکام رہا ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انسانی فلاح و کامرانی اور نجات کے لیے اس نے فکر و عمل کے بے شمار راستے ایجاد کر لیے ہیں۔ ان اصطلاحات کے ذریعے مذہب کا جو تصور سامنے آتا ہے اور اس پر چلنے والے

لوگوں کی زندگیوں کا مشاہدہ جو کچھ بتاتا ہے وہ یہ ہے کہ:

مذہب شخصی زندگی کے محمد و داڑے میں خدا کی یاد، پوجا پاٹ، پرستش کے کچھ مراسم اور اخلاقی تعلیمات پر عمل کرنے کا نام ہے۔ بقیہ انفرادی زندگی کے وضع دائرے میں اور اجتماعی زندگی میں، جہاں خدا کی اور اس کی تعلیمات اور رہنمائی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، وہاں خدا کی ہدایت غائب ہے اور اس کا دور دور تک پتہ نہیں۔ ان اہم دائروں میں اس کی رہنمائی اور تعلیمات سے بغاوت کر کے انسانوں کے نظریات اور فلسفوں کے تحت فرد اور سماج کی زندگی بسر ہو رہی ہے۔ ظاہر ہے ایسے مدد و مذہب اور خدا کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ مذہب کا سیکولر تصور ہے۔ اس تصور مذہب کے تحت خدا کو مان کر عملی زندگی کے نہایت وضع دائرے میں اس کی بغاوت اور نافرمانی ہوتی ہے جس کے نتیجے میں انسان بھی انک تضاد اور منافقت میں بدلنا ہوتا ہے۔ اس کے زبردست نقصانات آج زندگی کے ہر شعبے میں وہ بھگت رہا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا محض پوجا و پرستش کی حد تک خدا ہو اور بقیہ انفرادی و اجتماعی زندگی میں وہ کہیں بھی انسان کا خدا نہ ہو یا انسان اس کا بندہ نہ ہو اور اس کی خدائی سے آزاد ہو۔

چند اہم سوالات

- ۱۔ کیا خدا نے خود کہا ہے کہ انسان اسے اور مذہب کو پانے کے لیے روحانی تحریر کرے یا سچائی کی تلاش Ultimate Supreme Reality، Eternal Truth یا مذہب کو پانے کی کوشش میں زندگی بسر کرے۔ اس کوشش میں وہ جس نتیجہ پر پہنچ گا کیا اسے مذہب کہا جائے گا اور اس مذہب کو خدا کی منظوری (Sanction) بھی حاصل ہوگی۔ کیا خدا نے انسان کو مذہب عطا کرنے سے معدود ری اور بنے بسی ظاہر کی ہے؟
- ۲۔ زمین پر پہلے انسان حضرت آدم تھے، ان کی بیوی حوا بھی ان کے ساتھ تھیں۔ اس حقیقت کو دنیا کے بڑے مذاہب کے مانے والے تسلیم کرتے ہیں۔ کیا حضرت آدم نے خود مذہب بنالیا تھا یا حضرت آدم، خدا کی جانب سے عطا کردہ ہدایت و رہنمائی کے ساتھ زمین پر بھیجے گئے تھے۔ یہ ہدایت و رہنمائی صرف ان کے لیے تھی یا انسانیت کے لیے خدا کا بھیجا ہوا اولین مذہب تھا؟
- ۳۔ کیا خدا نے یہ بات بتائی ہے کہ اس نے بہت سارے مذاہب انسان کو دیے ہیں اور یہ سب باوجود بنیادی اختلافات اور زبردست فرق و تضادات کے بہ یک وقت صحیح ہیں؟ کیا اس نے بتایا ہے کہ بہت سارے مذاہب میں کسی خاص مذہب کی یہ پوزیشن خدا کے نزدیک نہیں ہے کہ تنہا ہی حق ہے یا سچائی اور صداقت ہے؟
- ۴۔ مذہب بنانے کی ذمہ داری کس پر ہے؟ انسان اگر خود مذہب بنالیتا ہے تو پھر خدا کی ضرورت ہی کیا ہے! بعض مذاہب میں خدا کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ کیا اس کے تصور کے بغیر بھی کوئی مذہب، مذہب کھلانے کا مستحق ہے؟ انسان پر مذہب بنانے کی ذمہ داری کس نے عائد کی ہے؟
- ۵۔ انسانی تاریخ میں یہ بات روکارڈ کی گئی ہے کہ مختلف زمانوں اور مختلف قوموں میں ایسے نیک، سچے اور پاکیزہ کردار رکھنے والی ہستیاں گزری ہیں، جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کا نبی اور پیغمبر بتایا، خدا کا نمائندہ ہونے کا اعلان کیا۔ خدا اور اس کی ذات و

صفات کے بارے میں اور مرنے کے بعد کی زندگی، جنت و دوزخ اور انسان کی دنیوی کام یا بی او را خروی نجات کے بارے میں صاف اور واضح تعلیمات پیش کیں۔ ان نیک سیرت انسانوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنی طرف سے کوئی پیغام اور تعلیمات نہیں دیتے ہیں، بلکہ جو کچھ پیش کیا ہے وہ سب خدا کی طرف سے ہے۔ ان نبیوں اور پیغمبروں نے خدا کی تعلیم اور رہنمائی پر سب سے پہلے خود عمل کر کے اپنی قوموں کے سامنے نمونہ پیش کیا۔ یہ نبی اور پیغمبر دنیا کی مختلف قوموں میں اور مختلف زمانوں میں مسلسل آتے رہے۔ آج سے ایک ہزار چار سو پچاس سال پہلے عرب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پیغمبروں کا سلسلہ ختم ہوا۔ چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری پیغمبر ہیں۔

ان تمام نبیوں اور پیغمبروں کی تعلیم اور رہنمائی میں کوئی اختلاف اور تصادم نہیں پایا گیا۔ یہ سب ہمیشہ بے لوث اور بے غرض کردار کے ساتھ انسانوں کی خیر خواہی اور ان کی نجات کے لیے کوشش کرتے رہے۔ ان مقدس اور پاکیزہ ہستیوں کو، جیسا کہ ان کا دعویٰ رہا ہے، خدا کا پیغام اور رہنمائی فرشتے کے ذریعے دھی کی شکل میں ملتی رہی۔

۶۔ خدا نہایت رحم دل، مہربان اور انسانوں سے بے حد محبت کرتا ہے۔ انسان کو اس نے اپنی مخلوقات میں سب سے اونچا مقام عطا کیا ہے، کائنات کی بے شمار چیزوں کو اس کی خدمت پر مامور کیا، انسان کی تمام چھوٹی بڑی مادی ضرورتوں کو نہایت باریک نینی اور جزئیات سمیت پورا کیا ہے اور ہر آن پورا کر رہا ہے۔ ہدایت اور رہنمائی انسان کی سب سے بڑی اور بنیادی ضرورت ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس مہربان خدا نے انسانوں کی دیگر تمام ضرورتیں تو پوری کیں لیکن اس بنیادی ضرورت کی تکمیل نہیں کی؟

سچے مذہب کی خصوصیات

مذاہب کے درمیان سچے مذہب کی تلاش کے دوران درج ذیل خصوصیات کو ضرور ملاحظہ

رکھنا چاہیے:

• وہ مذہب خدا کی طرف سے ہو۔ اگر وہ خدا کی طرف سے ہے تو خود اس مذہب کا دعویٰ

وہدست ادیان کی حقیقت

بھی یہی ہونا چاہیے۔ اس کی بنیادی کتاب / کتابوں میں یہ بات واضح طور پر درج ہوئی چاہیے کہ یہ خدا کا بھیجا ہوا نہ ہب ہے، نہ کہ کسی انسان کا وضع کر دے۔ اسی بناء پر یہ بات یقین طور پر کہی جاسکتی ہے کہ ایسا خدائی نہ ہب کسی انسان سے منسوب نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ کسی انسان سے صحیح یا غلط طور پر منسوب کیا گیا ہو، یا اس کا بانی کوئی انسان ہو تو وہ خدا کا نہ ہب نہیں ہو سکتا۔

• مذہب کے اس دعوے کے بعد دلائل کی روشنی میں اس دعوے پر غور کر کے کسی نتیجے پر پہنچا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی مذہب خدا کا بھیجا ہوا ہے اور انسان اس کا انکار کرتا ہے تو وہ خدا کا بھی انکار کرتا ہے اور اپنے حق میں ایک ہول ناک ناکامی کو دعوت دیتا ہے۔

• مذہب انسانی فطرت اور عقل و بصیرت کے خلاف نہ ہو۔ وہ مذہب فطری ہو اور عقلی و دلیل کی کسوٹی پر پورا اترتا ہو۔ اس کے بنیادی اصول کبھی تبدیل نہ ہوئے ہوں بلکہ وہ ہر دور اور ہر انسانی جماعت کے لیے یکساں رہے ہوں۔ اس کی تعلیمات غیر فطری، غیر عقلی اور غیر منطقی نہ ہوں جیسے دو یادو سے زیادہ خدا، خدائی میں شریک ہوں۔ یا خدا کی اولاد کا ہونا مان لیا جائے یا خدا کے تحکم جانے کی بات اور اس کے کشتی لڑنے کی بات وغیرہ۔ وہ دیو مالائی قصے کہانیوں کا جموعہ نہ ہو۔ اس کی تعلیمات اور اس کی رہنمائی کا تعلق آج کی انسانی زندگی اور اس کے مسائل سے ہو۔ اس کی تعلیمات اور رہنمائی قابل عمل بھی ہو۔ وہ صرف رسم و رواج اور آباء و اجداد سے چل آنے والی کچھ روایات کا جموعہ نہ ہو۔

• اس کے بنیادی ماغذ یعنی کتاب اور کتاب لانے والی ہستی دونوں مستند ہوں اور تبدیلیوں اور تحریفات سے محفوظ رہے ہوں۔ ان کے بارے میں کبھی یہ شک نہ کیا گیا ہو کہ انسانی تاریخ میں تھے یا نہیں تھے اور ان کی باتیں صرف افسانہ ہیں یا حقیقت سے بھی ان کا رشتہ ہے۔ اسی طرح اس مذہب کا پیغام اور تعلیمات، اسے پیش کرنے والی ہستی کی زندگی ہی میں محفوظ کر لیا گیا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ مذہب کو پیش کرنے والی ہستی کے دنیا سے رخصت ہونے کے کئی سوال کے بعد اس کی کتاب، تعلیمات اور پیغام کو

زبانی روایات کی بنیاد پر مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ اس کے نتیجے میں بے شمار بنیادی اور جزوی اختلافات پیدا ہو گئے ہوں اور پورا معاملہ ہی مشتبہ اور غیر معتبر ہو گیا ہو۔

مذہب خدا اور بندے کا صرف پرائیوٹ تعلق بن کر نہ رہ جائے کہ شخصی زندگی کے ایک نہایت محدود گوشے میں تو خدا کی یاد، پوجا اور پرستش کی جائے، لیکن زندگی کے بقیہ گوشے خدا کی بندگی سے آزاد ہوں۔ جیسا کہ آج کا انسان کر رہا ہے۔ وہ بے شمار افکار، فلسفوں اور انسانوں کے بنائے ہوئے مذاہب و نظریات کی وجہ سے بھنک گیا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں امن و سلامتی، قلبی اطمینان اور روحانی سکون، عدل و انصاف، تعمیر و ترقی اور مادی خوش حالی کے لیے ترس رہا ہے۔ زندگی کی یہ اعلیٰ قدریں اور قیمتی نعمتیں، انسان کے لیے ایک سراب بن کر رہ گئی ہیں۔

آج اس کی زندگی ایک طرح کا عذاب بن کر رہ گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا خدا ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ محض مان لینے اور عبادت کا ہوں میں تھوڑی دیر کے لیے یاد کر لینے کے علاوہ ہمارے کسی کام نہ آئے! کیا یہ بھی انک تضاد نہیں ہے کہ خدا کو ما نہیں بلکہ اپنی زندگی میں کہیں بھی خدا کی کسی بات کو نہ مانو، بلکہ مم مانی کرتے رہو انسانوں کے بنائے ہوئے فلسفوں، نظریات اور مذاہب کے تحت زندگی بسر کرتے رہو! شیطان نے انسان کو اس طرح اللہ پر ایمان رکھنے کا اطمینان دلا کر پوری زندگی میں اللہ کا نافرمان اور باغی بنادیا ہے۔

چچے مذہب میں صرف عقیدہ، عبادت کا طریقہ اور اخلاقی تعلیمات ہی نہیں بلکہ انسان کی پوری زندگی کے لیے اصولی رہنمائی اور ہدایات ہونی چاہیں۔ اس کے بعد ہی انسان کی پوری زندگی خدا کی عبادت میں بسر ہو سکے گی۔ خدا کی بندگی اور پوری زندگی میں اس کی اطاعت اور فرمائی برداری ہی انسان کا مقصد پیدا کیش ہے۔

مذہب انسانی زندگی کے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس کی تاریخ میں اس کا عملی نمونہ بھی پایا جاتا ہو۔ یعنی اس کی بنیادی فکر اور تعلیمات کی بنیاد پر فرد، خاندان اور معاشرہ کی تغیری کی گئی ہو اور تاریخ میں اس کا ریکارڈ مستند طریقہ سے محفوظ کیا

گیا ہو۔ مذہب کی تعلیمات خالص اصولی اور عملی ہوں۔ مسائل حیات سے وہ راه فرار اختیار نہ کرتا ہو۔ ان کو حل کرنے کے لیے بنیادی اصولی رہنمائی دیتا ہو۔ وہ رہبانیت کی تعلیم دینے والا نہ ہو۔ اس میں مثالی زندگی کا نقشہ بیوی پھوں، خاندان اور معاشرے سے کٹ کر نہ ہو، بلکہ ان سب کے حقوق کو وہ تسلیم کرتا ہو۔ ان کے تعلق سے عائد ذمہ دار یوں کی تجھیل کو وہ خدا کی خوش نودی کا ذریعہ مانتا ہو۔

- وہ مذہب فرد اور اجتماعیت میں ایک بہترین توازن قائم کرتا ہو۔ وہ فرد کو اتنی اہمیت نہ دیتا ہو کہ جس کے نتیجے میں اجتماعیت کا انقصان ہو اور نہ اجتماعیت کو اتنی اہمیت دیتا ہو کہ جس کے نتیجے میں فرد ضائع ہو جائے۔ فرد اور اجتماعیت دونوں ایک دوسرے کے لیے معاون اور مرد گار نہیں۔ فرد کی تغیری اور اس کا رتق اجتماعیت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

- اس مذہب میں پروہت شاہی نہ ہو، لعنی بندے کا راست تعلق اپنے خدا سے قائم ہو۔ بندے اور خدا کے درمیان کوئی ایسی شخصیت پنڈت، پیجری، پریسٹ وغیرہ کی نہ ہو کہ جس کو نظر انداز کرتے ہوئے راست خدا سے تعلق جوڑنا جاسکے۔

- اس کی تعلیمات آفاقتی اور عالم گیر نوعیت کی ہوں۔ وہ کسی علاقائی، قومی، لسانی اور نسلی بنیاد پر انسانوں کو مخاطب کرنے والا نہ ہو، بلکہ دنیا کے تمام انسانوں کو یکساں طور پر مخاطب کرتا ہو۔ عورت اور مرد کے درمیان جو فطری فرق ہے، اس کو تو ملاحظہ کرتا ہو لیکن جنسی امتیاز نہ برداشتا ہو۔

- اس میں (باخصوص اس کی کتابوں) اور اس کی اہم شخصیتوں کی زندگی میں کوئی بے حیائی کی باتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ گندے قصے، کہانیوں اور فخش قسم کی باتوں سے اس کا درامن بالکل پاک ہو۔

- اس میں اختلاف اور تضاد نہ پایا جاتا ہو۔ اس کی کتاب، اس کے اہم شخصیتوں کی سیرت و کردار اور تعلیمات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہو، یہ سب مل کر باہم تفق و اور تحد ہو کر ایک ہی بات شروع سے آخر تک کہتے ہوں۔

- وہ سارے انسانوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہو۔ پیدائش، نسل، علاقہ اور زبان کی بنیاد

پر انسانوں کو مصنوعی طور پر تقسیم کر کے نفرت، فتنہ و فساد کی آگ میں جھلسانے والا نہ ہو۔
 اس کے نزدیک عدل کا پیمانہ سب کے لیے یکساں ہو اور اس معاملے میں آقا اور غلام،
 طاقتور اور کم زور، امیر اور غریب سب کے لیے یکساں رو یہ اختیار کرتا ہو۔
 (استفادہ از مولانا محمد فاروق خال مترجم، ہندی ترجمہ قرآن)

ذہب میں مشترک امور

ذہب میں باہم اختلافات اور نہایت بڑے فرق پائے جاتے ہیں، جنہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ ذہب میں عموماً تصور الہ، اخلاقی تعلیمات اور بعض قدریں مشترک ہیں۔ اسی مشترک پہلو کو سامنے رکھ کر عام طور پر سرسری انداز میں یہ رائے قائم کی جاتی ہے کہ تمام ذہب برحق ہیں۔ اس اہم پہلو پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔
 تصور الہ ذہب میں اصولی طور پر اگرچہ مشترک ہے، لیکن تفصیلات اور گہرائی میں زبردست اختلافات اور بڑا فرق پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ تصورات ایک جیسے نہیں رہتے، بلکہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور متصادم قرار پاتے ہیں۔ بعض ذہب تو ایسے بھی ہیں، جہاں خدا کا اقرار اور اس کی ضرورت کو تسلیم ہی نہیں کیا گیا ہے۔ کیا بیک وقت ان سب کو صحیح اور سچا قرار دیا جاسکتا ہے؟

جو اخلاقی تعلیمات اور قدریں ذہب میں مشترک ہیں، وہ وحدت ادیان کا ثبوت فراہم نہیں کر سکتی ہیں۔ کیوں کہ ان کے محکمات بالکل الگ الگ ہیں اور ان کی خلاف ورزی کے نتائج کے تعلق سے ذہب میں اختلاف اور عدم اتفاق پایا جاتا ہے۔ اگرچہ اخلاق زندگی کا نہایت اہم شعبہ ہے، لیکن یہ جزو ہے جو کل کی جگہ نہیں سکتا۔ اخلاقی تعلیمات اور بعض مشترک قدروں کے سلسلے میں بھی صورت حال یہ ہے کہ گہرائی اور تفصیلات میں جانے کے بعد ان کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں۔

اخلاقی تعلیمات اور قدروں پر عمل کرنے کے لیے قوی محکم درکار ہے۔ ان کی خلاف ورزی کے نتیجے میں ایک طاقت درستی کے سامنے باز پرس اور گرفت کا احساس اور خوف

ضروری ہے۔ ورنہ اس کے بغیر اخلاقی تعلیمات اور قدر میں کتابوں اور عظوظ فیضت کی مجلسوں میں باقی رہ جائیں گی، عملی زندگی میں ان کی کوئی جھلک اور اثرات نہیں پائے جائیں گے۔

مذاہب میں مشترک باتیں دراصل ایک اہم حقیقت کا پتہ دیتی ہیں۔ وہ یہ کہ مذہب آغاز انسانیت میں ایک ہی تھا۔ اسی ایک مذہب سے زمانے کے گزرنے کے ساتھ مختلف اساب اور وجہ کی بناء پر نئے نئے مذہب بنالیے گئے۔

بعض مذاہب کی تاریخ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پہلے سے رائج مذاہب کی خرابیوں اور ان کے پیروؤں کی جانب سے ظلم کے خلاف ردعمل کے طور پر بنالیے گئے تھے۔ مثلاً بودھ اور چین دونوں مذاہب کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ ہندو مذہب کے ردعمل کے طور پر وجود میں آئے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ پیشتر مذاہب کے بنیوں کی شخصیت اور ان کی تعلیمات و رہنمائی تاریخ کے طویل سفر میں گم ہو کر رہ گئی ہے۔ ان کے متعلق حقیقت کیا ہے؟ یہ معلوم کرنا آج ممکن نہیں رہا۔

مذاہب کی بنیادی تعلیم اور احکام و ہدایات کو معلوم کرنے کا ایک اہم ذریعہ مذہبی کتابیں ہیں اور دوسرا ذریعہ ان کے بنیوں کی سیرت اور ان کی زندگی کا نمونہ ہے، لیکن (اسلام کے علاوہ) ان دونوں ذرائع کے تعلق سے ماہیوں کے سوا کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔ کیوں کہ مذاہب کے بنیوں کی زندگی میں کتابیں مرتب نہیں ہو سکی تھیں۔ ان کی وفات کے صدیوں بعد یادداشت کی بنیاد پر انھیں مرتب کرنے کی کوششیں کی گئیں، جس کے نتیجے میں سینکڑوں اختلافات ابھر کر سامنے آگئے۔ اس بناء پر کئی کمی فرقے وجود میں آئے۔ واضح ہو کہ کتابوں کے مرتب ہونے تک زبانی روایات سینہ بہ سینہ چلتی رہیں۔ اب یہ یقین کے ساتھ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ بانی مذہب کے پیغام اور تعلیمات کو ان کے پیروؤں اور شاگردوں نے بغیر کسی تحریف، تبدیلی اور حذف و اضافہ کے محفوظ رکھا تھا؟

کچھ اسی طرح کا معاملہ بانیان مذاہب کی زندگیوں اور ان کی سیرتوں کا حال ہے۔ بالعموم افسانوں اور محبت و عقیدت کا رنگ، حقائق اور صحیح واقعات پر غالب ہے۔ اسی لیے بعض

محققین اور ماہرین مذاہب نے بعض بانیان مذاہب کے وجود کے بارے میں ہی خٹک کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ تمام ما قبل التاریخ (Pre Historic Era) سے متعلق ہیں۔

انسانیت کا پہلا مذہب

ہم کیسے تصور کر سکتے ہیں کہ نوع انسانی کے آغاز میں کوئی مذہب نہیں تھا، یا بہت سارے مذاہب تھے؟ جس خدا نے انسان اور ساری مخلوقات کو پیدا کیا، جس نے پرندے کو اڑنا اور مچھلی کو تیرنا سکھایا، کیا اس نے انسان کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں متعین کیا اور اسے اپنی مرثی اور پسندیدہ راستے پر جینا نہیں سکھایا؟ کائنات کی ہر تخلیق انسان کے لیے ہے اور انسان خدا کی سب سے قیمتی تخلیق ہے۔ کیا انسان پرندوں اور مچھلیوں سے بھی گیا گزر رہے کہ خدا نے ان کی زندگی کے لیے اصول و ضوابط بنائے لیکن اسے زندگی گزارنے کے لیے رہنمائی اور ہدایت نہیں عطا فرمائی، بلکہ بھکنے کے لیے چھوڑ دیا؟ کائنات میں جتنی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں، ان سب کی تخلیق کا مقصد، خدا کی طرف سے ٹے ہے۔ اسی طرح انسان جو ان تمام مخلوقات میں سب سے اعلیٰ و برتر اور اشرف ہے، اس کا بھی ایک مقصد زندگی اس نے مقرر کیا ہے۔ اس مقصد سے انسان کو آگاہ کرنے والا وہی ہو سکتا تھا، چنانچہ اس نے مقصد زندگی اور اس کے حصول کے لیے انسان کو تفصیلی ہدایات و رہنمائی دے دی۔ اس کے لیے جوانظام کیا اسے رسالت کہتے ہیں۔

انسان اتنی عقل رکھتا ہے کہ کوئی مشین بنائے تو اس کے استعمال کا طریقہ اور ہدایات پر مشتمل Manual جاری کرتا ہے۔ وہ خدا جس نے انسان کو عقل بخشی کیا وہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اسے پیدا کر کے اس کی زندگی کا مقصد نہ بتائے اور اس کے لیے ہدایت و رہنمائی کا انتظام نہ کرے؟ کیا خدا نے انسان کو پیدا تو کر دیا لیکن اسے زندگی کا Manual نہیں عطا کیا؟ واقعہ یہ ہے کہ خدا نے انسانوں کو صرف سورج، چاند، ہوا، پانی، جنگل، پہاڑ، دریا اور سمدری ہی نہیں عطا فرمائے بلکہ انسان کی سب سے بڑی ضرورت کو بھی پورا کیا تاکہ اسے خالق کی معرفت، مقصد زندگی کا شعور حاصل ہو اور خالق کی خوشنودی پانے اور اس کی تاریخی سے پچھے کا راستہ معلوم ہو۔ خدا نے انسان کی اس سب سے بڑی اور اہم ضرورت کو بہترین طریقہ سے پورا کیا۔

نوع انسانی کے آغاز میں دیا گیا (Manual) یعنی ہدایت نامہ انسانیت کا پہلا مذہب تھا۔ اس مذہب کو کسی انسان نے وضع نہیں کیا تھا، بلکہ وہ خدا کا عطا کردہ تھا۔ اس میں ایک سچے خدا کی معرفت، دنیوی و مادی اور روحانی زندگی کا متوازن ارتقا، اخلاقی تعلیمات، نفس کا تزکیہ، بندوں کے حقوق کی پاس داری، اخروی نجات، خالق کی رضا و خوش نوی کے حصول کا راستہ اور پوری زندگی کے لیے نظام ہدایت موجود تھا۔

اس مذہب میں ایک طرف تو فردا و سماج کے لیے عدل و انصاف اور امن و سلامتی کی ضمانت دی گئی تو دوسری طرف ظلم و نا انصافی اور ہر طرح کے استھصال اور فساد و بگاڑ سے پاک زندگی بر کرنے کے لیے تعلیمات عطا کی گئی تھیں۔ یہ خالق کے سامنے بندے کی کامل سپردگی کا نظام تھا۔

ایک سچے اور خدائی مذہب کی جو خصوصیات پچھلے صفحات میں بیان کی گئیں ہیں وہ سب اس مذہب میں پائی جاتی تھیں۔ اس مذہب کی تعلیم و تلقین اور اس کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لیے خدا کو خود زمین پر آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی (جیسا کہ اوتار واد کا عقیدہ ہے)۔ خدا نے مذہب کی تعلیم و اشاعت اور عملی نمونہ پیش کرنے کے لیے اپنے بندوں میں سے ہر دور میں بہترین انسان کو منتخب کر کے نبی اور پیغمبر مقرر فرمایا۔ انبیاء اور پیغمبر ہر دور میں مختلف قوموں کے اندر آتے رہے۔ ان سب نے ایک ہی مذہب لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ خدا نے ان بزرگ ہستیوں کو اپنی طرف سے کتابیں اور صحیفے عطا کیے۔

ہر دور میں ایسے لوگ رہے جو انبیاء اور پیغمبروں کی دعوت قبول کر کے ان کی تعلیمات پر عمل کرتے رہے، وہیں دوسری طرف انکار، ضد اور بہت دھرمی کارویہ اور خالفت کرنے والے بعض انسان بھی ہوتے تھے۔ ایک زیادتی بعض نادانوں نے یہ کی کہ انبیاء اور پیغمبروں کی تعلیمات میں من مانی تہذیبیاں کیں۔ حق کو مان کر اس پر چلنے کے بجائے نئے نئے عقائد اور خود ساختہ تعلیمات کو دین میں شامل کر کے وہ خود بھی بھٹک گئے اور دوسرے انسانوں کی گمراہی کا باعث بھی بنے۔ عام انسانوں پر ظلم و ستم اور زیادتیوں کا چلن ہوا تو اس کے رد عمل میں نئے مذاہب وجود میں آتے چلے گئے۔ خدا نے تو ایک ہی مذہب آغاز انسانیت میں انسانوں کو عطا فرمایا تھا، لیکن انسانوں نے اس خدائی مذہب میں کمی اور بیشی کر کے نئے مذاہب بنالیے۔

اہل مذاہب کے درمیان ناقصی کے اسباب

اس عنوان کے تحت مشہور اسلامی مفکر ڈاکٹر عبدالحق انصاری کی درج ذیل تحریر
حقیقت کشا ہے:

(ہندوستان میں) ”مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان ناقصی اور تصادم کے کچھ
دوسرے اسباب ہیں:

پہلا اور بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم میں سے بعض لوگ اور بعض جنہے یہ ماننے کے لیے
تیار نہیں ہیں کہ ہندوستان صرف ایک مذہب کے ماننے والوں کا نہیں بلکہ ان سارے
مذہب والوں کا ملک ہے، جو یہاں پرستکاروں اور ہزاروں سال سے رہتے اور رہتے
چلے آئے ہیں۔ یہ لوگ اس ملک کو اپنی ذاتی میراث سمجھتے ہیں اور دوسروں کو بدیں
کہتے ہیں۔ انہوں نے ہندوستانی ہونے کی جو شرطیں وضع کی ہیں، ان کا حاصل یہ ہے
کہ جب تک دوسرے لوگ ان کی مذہبی روایات کو اپنی روایات اور ان کی مذہبی
شخصیتوں کو اپنی مخصوصیتیں نہ تسلیم کر لیں، یعنی دوسرے الفاظ میں جب تک ان کے
مذہب کے ایک ایک جزو پر ایمان نہ لائیں، اس وقت تک ”ہندوستانی“ کہلانے کے
مستحق نہیں ہیں۔ ان کے خیال میں ہندوستانی ہونے کے لیے اس ملک کے ساتھ
وفادری اور محبت کافی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ذہنیت کی موجودگی میں ملک میں کبھی
امن و آشی کی نضا فائدہ نہیں ہو سکتی۔

دوسرے سبب یہ ہے کہ بعض لوگ غلطی سے یہ سوچنے لگے ہیں کہ ان کا اپنے مذہب کو برحق
سمجھنا، اپنے رسوم و آداب کو محترم جانا اور اپنی روایتوں اور بزرگوں کی عزت کرنا اس
امر کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے مذہب کو دوسروں پر لا دیں اور اپنے طریقوں کو دوسروں
سے بزور مناویں اور اگر یہ ممکن نہ ہوں تو ان کے عقائد پر بھبھی کیں، ان کی
عبادت گاہوں کی بے حرمتی کریں اور ان کی بزرگ ہستیوں کا مذاق اڑا کیں۔ حالانکہ ان
دونوں باتوں میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اگر کسی عقیدے کے کوئی اور دوسرے کو غلط سمجھتا

ہوں تو اس سے مجھے کب یہ حق پہنچتا ہے کہ میں دوسراے عقیدے کا مذاق اڑاؤں۔
اگر میں اپنے طور طریقے کو بہتر اور دوسراے طور طریقے کو ناقص سمجھتا ہوں اس سے
کب یہ لازم آتا ہے کہ میں اپنے طریقے کو دوسروں پر زبردستی مسلط کروں۔ جو شخص یا
گروہ بھی ایسا کرے گا وہ وہ انسانیت اور جمہوریت ہی نہیں بلکہ خود اپنے مذہب کی
قدروں کا گلاگھونے گا۔

تیرا سبب یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر اپنے لیے جو حقوق چاہتے ہیں وہ دوسروں کو
دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ہم مثلاً یہ چاہتے ہیں کہ ہماری جان وال محفوظ ہو۔
ہماری عزت و آبرو کو آج نہ آئے، ہمیں تعلیم و ترقی کا پورا موقع ہو۔ مناصب اور
ملازمتوں پر ہمارے اپنے لوگ فائز ہوں۔ ہمیں اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی
پوری آزادی ہو۔ اپنے بچوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا موقع ہو۔ اپنے دینی اور
تہذیبی ادارے قائم کرنے اور چلانے کا حق اور اپنی زبان کو پڑھنے، پڑھانے اور
ترقی دینے کے لیے تمام ہمہ ٹویس حاصل ہوں۔ مگر ہم یہی حقوق دوسراے مذہب کے
مانے والوں کو دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ہم خود اپنے حق سے زیادہ حاصل کرنا
چاہتے ہیں، لیکن دوسروں کو ان کا جائز حق بھی دینا پسند نہیں کرتے اور ہم قطعاً نہیں
سوچتے کہ ہمارا یہ روایہ عدل و انصاف ہی کے خلاف نہیں بلکہ خود ہمارے اپنے مذہب
کی بہترین روایات اور اعلیٰ قدروں کے بھی خلاف ہے۔ اس سے ہمارے مذہب کی
عزت نہیں برٹھتی بلکہ پوری دنیا میں رسوائی ہوتی ہے۔“

ڈاکٹر عبدالحق انصاری مذاہب کے لوگوں میں نااتفاقی اور عداوت کے مذکورہ تین
بڑے اسباب بیان کرنے کے بعد اس کا حل بھی پیش کرتے ہیں:

”ا۔ ہم ہندوستان کو ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں، جینیوں، پارسیوں اور
ان سارے فرقوں کا ملک تھیں جو پشت ہاپشت سے اس میں بنتے اور رہتے چلے
آئے ہیں۔ ہم چےز دل سے نہیں کہ ہمارے ملک میں ہر مذہب اور ہر فرقے (کے
افراد) کو یکساں حقوق حاصل ہوں۔“

۲۔ اپنے مذہب، اپنے رسم و رواج، اپنی قدر و اور اپنی روایات کو زبردستی دوسروں پر مسلط نہ کریں۔ دوسروں کے عبادت گاہوں، مذہبی بزرگوں، کتابوں، روايوں، تقریبوں اور طور طریقوں کا احترام کریں۔

دوسروں کے مذہب، مذہبی امور اور شخصیتوں کے احترام کے معنی ہرگز نہیں ہوتے کہ ہم اپنے مذہب کی باتوں میں شپر کریں۔ نہ اس سے یتیجہ لکھتا ہے کہ ہم ہر مذہب کو یکساں مانئے لگیں اور کسی کے مقابلے میں ترجیح نہ دیں یا کسی بات کو صحیح اور کسی کو غلط نہ خہبر نہیں۔ ہر انسان کو اپنی باتیں صحیح اور دوسرے کی باتیں غلط سمجھنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کی چیزوں کی بے عزتی اور بے حرمتی کرے۔

۳۔ ہمیں ہر انسان کا یہ حق مانا جائیے کہ وہ کسی مذہب میں پیشیں رکھنے یا ایک کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اپنانے میں آزاد اور مختار ہے۔ اس کو اپنے خیالات و نظریات کو عام اخلاقی ضابطوں اور جمہوری حدود میں خود رہتے ہوئے ظاہر کرنے اور اس مقصد کے لیے نشر و اشتاعت کے سارے ذرائع پر یہ اخبار استعمال کرنے، کتابیں شائع کرنے اور اسکول یا مدرسے قائم کرنے کا یکساں حق پہنچتا ہے۔

۴۔ آخری بات یہ کہ ہم اپنے مذہب کی عام انسانی قدر و اور بھولیں۔ انھیں اپنے مذہب کا بنیادی اور اہم حصہ سمجھیں، مذہب اور ملت کا فرق کیے بغیر ان کو ہر انسان کے ساتھ برتنا سیکھیں۔ ہر انسان کی خدمت اور محبت کو اپنا درحم جانیں اور کسی بھی انسان کے ساتھ ظلم و زیادتی کو گناہ عظیم سمجھیں۔ یہ بات خوب ذہن نشین کر لیں کہ کسی ایک انسان کو ناقص تاکر، اس کو جائز حقوق سے محروم کر کے اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچا کر ہم نہ اپنی خدمت کریں گے نہ اپنے مذہب اور نہ اپنے ملک کی۔ حق و انصاف کے خلاف ہمارا ہر قدم انسانی، اخلاقی، مذہبی اور روحانی ہر اعتبار سے غلط ہے اور ہماری نجات کی راہ میں پہاڑ جیسی رکاوٹ۔“

(قومی تکمیلی اور اسلام ص: ۲۷۔ ۲۰)

چند بنیادی تصورات اور مذاہب

چند بنیادی تصورات کے سلسلے میں مذاہب کی تعلیمات پر ہم غور کریں تو وحدت ادیان کی حقیقت کا پتہ چل سکتا ہے۔ اگر ان بنیادی تصورات کے بارے میں مذاہب کی تعلیمات میں اتفاق رائے ہے یا محض جزوی اختلافات پائے جاتے ہیں تو کہا جاسکتا ہے کہ سارے مذاہب صحیح اور برقیں ہیں۔ لیکن اگر اس کے برعکس ان بنیادی تصورات میں شدید اختلافات اور تضادات پائے جاتے ہیں تو غور کرنا چاہیے کہ کیا اس کے بعد بھی وحدت ادیان کے تصور کو درست تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ تمام مذاہب کی تعلیمات کا تفصیلی جائزہ بہت طویل ہو گا، اس لیے صرف چند ہی مذاہب کے موقف پر غور کیجئے۔ بعض بنیادی تصورات درج ذیل ہیں:

- خدا کا وجود اور تصور خدا
 - کائنات کی تخلیق
 - انسان کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا انتظام (یعنی مذہب یا رین)
 - زندگی بعد موت (آخرت، جنت اور دوزخ)
- یہ تصورات محض علمی اور فلسفیانہ بحث و گفتگو کے موضوعات نہیں ہیں۔ ان کا گہر تعلق فرد اور سماج کی عملی زندگی، اس کی کام یا بی اور ناکامی اور اس کے اخروی انعام سے ہے۔

(الف) تصور خدا

سب سے پہلے تصور خدا کے سلسلے میں مذاہب کی بنیادی تعلیم کا خلاصہ درج ذیل ہے:
ہندو مذہب میں تصور خدا پر بحث کا آغاز ایک ہستی سے ہوتا ہے اور اس کے بعد دو

وحدث ادیان کی حقیقت

اور ہستیاں بھی خدائی میں شریک ہو جاتی ہیں۔ اس طرح تین خدا (برہما، وشنو اور رمیش) مانے گئے ہیں۔ برہما کو خالق کائنات مانا گیا ہے، وشنو کو کائنات کے تنظیم اور پران ہمارے طور پر تسلیم کیا گیا ہے اور رمیش کو کائنات کو فنا کرنے والے مانا گیا ہے۔ آگے چل کر خداوں کی کل تعداد 33 کروڑ تک جا پہنچتی ہے۔ جہاں تک ویدوں کا تعلق ہے اس میں ایک خدا کے وجود اور اس کی صفات کے بارے میں تذکرہ ہے۔

ہندو مذہب میں دو لکتب فکر ایسے بھی ہیں جو خدا کے وجود کے خلاف دلائل پیش کرتے ہیں، یعنی میما مسا اور سانکھیا۔ چنانچہ اس مذہب میں خدا کے بارے میں کوئی ایک متفقہ عقیدہ نہیں ہے جس کو تسلیم کرنا ہندو بننے کے لیے ضروری ہو، یا جس کا انکار کرنے والا ہندو مذہب سے خارج ہو جاتا ہو۔ ایک خدا کو مانے والے، ایک سے زائد خداوں کو مانے والے اور خدا کا انکار کرنے والے سب ہندو ہو سکتے ہیں۔

عملی صورت حال ہندو سماج کی ایسی ہے کہ اس کے افراد بہت سارے خداوں کی پوجا دپرستش کرتے ہیں اور بعض کا یہ بھی تھیاں ہے کہ ہر چیز خدا ہے۔ چنانچہ ہندو مذہب کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ زمین کا ہر ذرہ دیوتا ہے۔ یہ نظریہ وحدت الوجود ہے، اس کو فلسفہ ادیت واد بھی کہتے ہیں، یعنی اصل وجود صرف خدا کا ہے اور کائنات کی ہر چیز میں خدا موجود ہے۔

اب عیسائیت کو مجتبی اصل عیسائیت میں خدا ایک ہے، لیکن خدا کا ایک بینا یعنی یسوع (Jesus) کو بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ بھی خدا ہے اور ایک خدا کا Ghost (جیریل) ہے۔

اس کو عقیدہ تثلیث (Faith of Trinity) کہا گیا ہے۔ اس تصور میں بنیادی عقیدے کے طور پر یہ بات بھی شامل ہے کہ نجات کے لیے یسوع (عیسیٰ) پر ایمان لانا، ان کو خدا کا بیٹا اور خدا تسلیم کرنا ضروری ہے اور انسانوں کے گناہوں کے کفارے کے طور پر ان کا صلیب پر جان دینا بحق ہے۔ اس طرح خدا ایک بھی ہے اور تین بھی۔ تین خداوں کی تعین میں بھی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یعنی باپ، بیٹا اور جیریل یا باپ، بیٹا اور کنوواری مریم۔

ڈاکٹر محمن عثمانی ندوی فرماتے ہیں:

خدا کے وجود کے بعد تصور خدا کے تعلق سے عیسائی عقیدے کی محض روضاحت پیش کی

جا چکی ہے۔ لیکن اس کی تفصیلات میں جانے کے بعد سخت اجھنیں پیش آتی ہیں۔ مثلاً تین خدا میں کیا ہر ایک ویسا ہی خدا ہے، جیسا کہ اصلی خدا ہے۔ عقیدہ شیعیت کی تشرع میں عیسائی علماء کہتے ہیں کہ باپ خدا ہے، پیٹا خدا ہے اور روح القدس خدا ہے۔ لیکن یہ تینوں مل کر تین خدا نہیں ہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے۔ باپ کی طرح بینا بھی ازل سے موجود ہے۔ ان میں سے کسی کو زمانی اولیت حاصل نہیں ہے۔

(مطالعہ مذاہب، ڈاکٹر محمد عثمانی ندوی، ص: ۱۲۸، ۱۲۹)

- بدھ مت میں خدا کا اقرار ہے نہ انکار۔ بدھ مت کائنات کی تخلیق اور انسان کی پیدائش میں کسی مافق الفطرت ہستی (خدا) کا روشن تسلیم نہیں کرتا۔
- جین مت کی رو سے کائنات اور انسان کی تخلیق کے لیے خدا کی ضرورت نہیں۔
- جین مت خدا کا انکار کرتا ہے۔ مادہ اور جیو (روح) کو ازیٰ وابدی مانتا ہے۔ یہ دونوں مذاہب خدا کے وجود اور تصور خدا سے خالی ہیں۔
- سکھ مت میں تصور خدا کے متعلق ڈاکٹر محمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

سکھ مت میں اصل ہستی گروکی ہے۔ گروناک جی اس مت کے بانی ہیں۔ وہ سکن برہما کو کرتار (خالق)، اکال (ابدی) ست نام (نام مقدس) جیسے مختلف ناموں سے لائق پرستش قرار دیتے ہیں۔ ناک کے بعد کے لٹریچر میں وابہے گرو کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ گروناک نے اللہ، خدا، پر درودگار اور صاحب کافلظ بھی استعمال کیا ہے۔ انہوں نے پورا ناک بھکتی میں مستعمل خدا کے مختلف ناموں کو بھی استعمال کیا ہے۔ مثلاً رام، گوپال، مراری اور نارائن

(مطالعہ مذاہب، ص: ۱۵۱-۱۵۰)

- سکھ مت میں خدا، اس کی ذات و صفات اور اس کے تقاضوں کے سلسلے میں اس سے زیادہ کوئی تفصیل نہیں ملتی۔
- یہودیت میں ایک خدا کا تصور ہے۔ یہودی قوم خدا کے ساتھ خصوصی تعلق کا دعویٰ کرتی ہے۔ ان کی مذہبی کتاب میں یہ واقعہ درج ہے:

خدا نے ایک بار مشہور پیغمبر حضرت یعقوب سے رات بھر کشی لڑی اور ہار گیا۔

(پیدائش باب ۲۹-۲۳-۳۲: پرانا اور جدید عہد نامہ اردو ترجمہ بالکل سوسائٹی بند، بنگلور
مطبوعہ ۱۹۶۹)

ڈاکٹر محمد عثمانی نے لکھا ہے:

یہودی مذہب میں تصور خدا سے زیادہ اہمیت اس بات کو دی گئی ہے کہ یہودی قوم خدا کی چیزیں اور خاص قوم ہے۔ یہ دنیا میں حکم رانی اور آخوندگی میں جنت کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ (مطالعہ مذاہب ص: ۱۵۰-۱۵۱) •

اسلام کی رو سے پوری کائنات اور انسان کا خالق صرف اور صرف ایک خدا ہے۔ کائنات اور انسان کی تخلیق آپ سے آپ نہیں ہوئی ہے اور نہ بہت سارے خداوں کا کوئی وجود ہے۔ خدا ازل سے ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہستی تہبا اسی کی ہے۔ اس کا کوئی پیٹا، بیٹی اور بیوی نہیں ہے۔ وہ تمام اچھی صفات کا مالک ہے۔ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں لیکن سب اس کے محتاج ہیں۔ اسلام کے مطابق خدا صرف خالق، مالک، آقا اور پالن ہارہی نہیں بلکہ وہ حاکم، ہادی اور قانون دینے والا بھی ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ انسان کی پوری زندگی کے لیے قانون عطا فرمایا۔ قرآن انسان کو متنبہ کرتا ہے کہ اللہ کے مقرر کردہ حدود کی خلاف ورزی کبھی نہ کرنا اور یاد رکھنا کہ مرنے کے بعد تمہیں اسی کے پاس جانا ہے اور وہ تم سے حساب لے گا اور اس کے بعد تمہارے لیے جنت یا جہنم کا فیصلہ کرے گا۔ اس کی ذات، صفات، حقوق اور اختیارات میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے ان سب حیثیتوں میں کسی بھی حیثیت سے خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، (خواہ وہ فرشتے ہوں، بزرگ انسان ہوں یا کوئی اور ذات ہو) سب کا سب شرک ہے۔ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ قرآن میں ہے:

”آگاہ رہو! آسمان کے لئے والے ہوں یا زمین کے سب کے سب اللہ کی مملوک ہیں“

اور جو لوگ اللہ کے سوا کچھ (اپنے خود ساخت) شریکوں کو پکار رہے ہیں وہ نزے وہم و
گمان کے پیروں ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں، (یونس: ۶۶)

دوسری جگہ کہا گیا ہے:

”اور ان لوگوں نے اللہ کے کچھ شریک قرار دے لیے تاکہ وہ انھیں اللہ کے راستے
سے بھکار دیں۔ (تو اے نبی!) ان سے کوواچھا کچھ مزے کرو، آخر کار تمھیں پلت کر
جانا دوزخ ہی میں ہے۔“ (ابراہیم: ۳۰)

قرآن میں ایک اور جگہ کہا گیا ہے:

”اللہ کے یہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے، اس کے سوا اور سب کچھ معاف
ہو سکتا ہے، جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک خبرہ رایا، وہ
تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔“ (النساء: ۱۱۶)

تبصرہ

اس جائزے سے واضح ہے کہ مذکورہ بالامذاہب میں تصور خدا اللہ الگ ہی نہیں بلکہ
باہم متفاہ اور متصادم نوعیت کا ہے۔ حتیٰ کہ مذاہب میں خدا کا اقرار اور انکار کرنے والے دونوں
طرح کے مذاہب پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض مذاہب خدا کے وجود کو مان کر ایک سے
زاند خداوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان مذاہب میں اسلام ہی تنہ ایک ایسا مذاہب ہے، جو نہایت
شدت اور اصرار کے ساتھ ایک کے علاوہ کسی بھی دوسرے خدا کے تصور کا انکار کرتا ہے۔ کیا ایک
ہی وقت میں ان سب مذاہب کو صحیح مانا جاسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ایک ہی تصور صحیح
ہو گا اور ہونا بھی چاہیے۔ اگر ہم عقل و دلیل اور غور و خوض کی بنیاد پر کسی ایک تصور خدا کو صحیح، برحق
اور باقی تصورات کو صحیح نہ سمجھیں تو کیا اس سے دیگر مذاہب کی توہین لازم آتی ہے؟ یہ بات تو اصولاً
صحیح ہے کہ مذاہب کی توہین و تحریر نہ کی جائے، لیکن جو حق ہے اسے حق تو کہنا ہو گا۔ اس کے پجائے
اگر ہم اصرار کرتے ہیں کہ سارے مذاہب کو برحق سمجھا جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ جو

حقیقت میں خدا نہیں ہے اس کو بھی خدا تسلیم کریں اور حقیقی معبود کے برابر سمجھیں۔ جو خدا نہیں ہے اس کو خدا مانا اور جو حقیقی خدا اور معبود ہے اس کا انکار کرنا خدا کے ساتھ کھلی ہوئی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ ایسے طرزِ عمل کے نتیجے میں زندگی بعد الموت میں انسان خدا کے انعام کا مستحق ہو گا یا سزا کا؟ یہ بات بآسانی سمجھی جاسکتی ہے۔

(ب) تخلیق کائنات

کائنات کی تخلیق کس طرح ہوئی ہے؟ اس کا کوئی خالق ہے یا نہیں، اگر کوئی خالق ہے تو اس کائنات کی تخلیق کے بعد کیا وہ گوشہ نشین ہو گیا ہے اور اس نے اس کائنات کو دوسروں کے حوالے کر دیا ہے؟ یا یہ کہ وہ خالق کائنات ہی نہیں بلکہ مذہب و منتظم بھی ہے اور اسی کا حکم ساری مخلوقات اور انسانوں پر چلتا ہے۔ اس کائنات کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ اس کائنات کا انجام کیا ہے؟ کیا یہ یوں ہی ہمیشہ چلتی رہے گی؟ یہ اور اس طرح کے اہم سوالات کے متعلق مذاہب کی رہنمائی پر ہم غور کریں۔

• ہندو مت میں تخلیق اور آغاز کائنات کے بارے میں مختلف تصورات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک تصور ویدوں میں ہے اور دیگر تصورات اپنیشد، منوسرتی اور پرانوں میں ہیں۔ ایک تصور آریہ سماج کا ہے۔ یہ سب تصورات ایک دوسرے سے بکسر مختلف ہیں۔ چند تصورات کا تذکرہ درج ذیل ہے:

ڈاکٹر تراچندا پنی کتاب Influence of Islam on Indian Culture میں فرماتے ہیں:

”قدم م موجودتی نے پانی پیدا کیا جس کے اندر طالبی اذاتیت تھا، وہ اس کے اندر داخل ہو گیا اور اس سے پہلی مخلوق برماء کی محل میں پیدا ہوئی۔ تب برماء نے دیوتاؤں، جنت، زمین، آسمان، سورج، چاند، کائنات اور انسان کو پیدا کیا۔“ یہ وید ک تصور ہے (تخلیق کائنات اور مذہب صفحہ: ۲، ۳)

ویدوں میں تخلیق کائنات کے متعلق درج ذیل بیان ملتا ہے:

”روشن تپیا سے گیہ اور جن پیدا ہوئے۔ اس کے بعد رات و دن پیدا ہوئے۔ اس کے بعد پانی سے بھرے ہوئے سمندر پیدا ہوئے۔ پانی سے بھرے ہوئے سمندر سے سوتسریجنیں، سال (برس) پیدا ہوئے۔ پک جچپکانے میں دنیا کے مالک ایشور نے دن و رات بنائے۔

ایشور نے قدیم زمانے کے مطابق سورج اور چاند کو بنایا۔ اس نے اس کے بعد سنار، زمین اور آسمان کو بنایا۔ (ریگ وید: ۱۰: ۱۹۰-۳)

دیوی بھاگوت پر ان میں تخلیق کائنات کے بارے میں درج ذیل تفصیل ملتی ہے۔
سوامی دیانندسرسوتی جی لکھتے ہیں:

”دیکھو دیوی بھگت پر ان میں ہے کہ شری نام والی ایک دیوی شری پور کی رانی ہے۔ اس نے ساری دنیا کو پیدا کیا اور برہما، وشنو اور مہادیو (شیو) کو بھی اسی نے بنایا۔ جب اس دیوی کی خواہش یہ ہوئی کہ میں دنیا کو پیدا کروں تو اس نے اپنا ہاتھ گھسا اس کے ہاتھ میں چھالا نمودار ہوا۔ اس سے برہما پیدا ہوا۔ برہما سے دیوی نے کہا کہ تو مجھ سے بیاہ کر، برہما نے کہا تو میری ماں ہے، میں تجھ سے بیاہ نہیں کر سکتا۔ یعن کر ماں کو غصہ آیا اور لڑکے کو اپنی قدرت سے جلا کر خاک کر دا۔“

(بکوالہ ستیار تھک پر کاش، باب: ۱۱، ص: ۲۸۹)

اس قصے میں دیوی نے آگے چل کر وشنو اور مہادیو کو پیدا کیا:

”بھاگوت پر ان میں تخلیق کائنات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وشنو کے ناف سے کنول، کنول سے برہما، برہما کے دائبے پیر کے انگوٹھے سے سوا ایکھو، باسک انگوٹھے سے ست روپا رانی، چہرے سے رُور، مرپیچی وغیرہ سے دس لڑکے پیدا ہوئے، ان سے دس پرجاپتی ہوئے، ان کی تیرہ لڑکیوں کا بیاہ کشیب سے ہوا، ان میں وتنی سے ریت، ونو سے رکھشش، آوتی سے آوتی، دنتا سے پرند، کور سے سانپ، هرماس سے کتے، گیز وغیرہ اور دوسرا یہ یوں سے ہاتھی گھوڑے، اوپنی، گدھے، بھینی گھاس،

پھوس، بول وغیرہ درخت کا نوں سمیت پیدا ہو گئے۔“

(بحوالہ: ستیارتھ پرکاش باب: ۱۱، ص: ۳۲۱)

شیو پر ان کا تصور تخلیق درج ذیل ہے:

”شیو پر ان میں لکھا ہے کہ جب شیو نے خواہش کی کہ میں دنیا کو پیدا کروں تو ایک نارائن نامی تالاب پیدا کیا۔ اس کے ناف سے کنول، کنول سے برہما پیدا ہوا۔ جب اس نے دیکھا کہ سب طرف تری ہی تری ہے، اس نے پانی کوٹھی میں بھر کر پانی میں پھینکا۔ اس سے بلبل اخما اور بلبل سے ایک پرش پیدا ہوا۔ اس نے برہما سے کہا: اے بیٹا، دنیا پیدا کر۔ برہما نے کہا کہ میں تیرا اپنائیں، ملک تو میرا ایتا ہے۔ اس بات پر ان میں جھگڑا ہوا اور دونوں دیوتا پانی پر ہزار برس تک لڑتے رہے۔“ یہ قصہ بہت طویل ہے۔ اس کے آخر میں ایک مورتی نکل آئی اور کہا کہ میں نے تم دونوں سے تخلیق کے لیے کہا تھا، لہنے جھگڑے میں کیوں لگے رہے۔ برہما اور وشنو نے کہا: ہم بغیر سامان کے تخلیق کہاں سے کریں۔ تب مہادیو نے اپنی جنمیں سے راکھ کا ایک گلانکال کر دیا کہ جا اس میں سے ساری خلقت بن۔“

(بحوالہ: ستیارتھ پرکاش باب: ۱۱، ۳۲۰ - ۳۲۱)

تخلیق کائنات کے سلسلے میں یہ مختلف تصورات ہیں، جو پرانوں میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہاں ان کو ستیارتھ پرکاش سے نقل کیا گیا ہے۔ ہندو مت میں تخلیق کائنات کے متعلق کوئی متفقہ عقیدہ نہیں ملتا۔

اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں سو ای دیاندرسرسوئی نے ان پرانوں میں تخلیق کائنات کے سلسلے میں بیان کی گئی تفصیلات کو غلط قرار دیا ہے۔ (ستیارتھ پرکاش باب: ۱۱، صفحہ ۲۹۳)

• بدھ مت میں تخلیق کائنات کے مسئلے سے بحث نہیں کی گئی ہے۔ ایذ و رُؤ کا نزے اپنی

Buddhism and Its Development میں تحریر کرتے ہیں:

”بدھ مت کی روایات خالق کے وجود کا صاف صاف انکار نہیں کرتیں، البتہ وہ اس

معاملے میں دلچسپی بھی نہیں رکھتیں کہ کائنات کو کس نے پیدا کیا ہے۔ بدھ مت کے نظریہ تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ موجودات کو غم سے نجات ملے اور کائنات کی پیدائش سے متعلق قیاسات وقت کا ضایع ہی نہیں، بلکہ یہ لوگوں کے درمیان عداوت و وزائع کا موجب بھی بن سکتے ہیں اور اس طرح غم سے نجات کے مقصد کو پہنچ پشت ڈالنے کا باعث بھی ہو سکتے ہیں۔ اس طرح بدھ مت کو مانے والے شخصی خالق کے معاملے میں لا اوریت AGNOSTICISM کا رو یہ اختیار کرتے ہیں۔ اگر کائنات کے شخصی خالق سے بے اعتمانی الحاد ہے تو بدھ مت ملحدانہ ذہب ہے۔“ (ص: ۲۱)

جیسیں مت میں تخلیق کائنات کا تصور خالص ماذی ہے، کیوں کہ جیسیں مت خدا کا انکار کرتا ہے۔ تخلیق کائنات کے بارے میں درج ذیل اقتباس پر غور کیجئے:

”الغرض دنیا کی تمام اشیاء اور دنیا کے تمام تغیرات اور حالات خواہ اچھے ہوں یا بُرے، جیو کے راگ دویش (تعاقبات) اور مادہ کی قسم دخواص کے مطابق بتتے ہیں۔ اس میں پرماتما کی جانب سے کسی دخل کی ضرورت نہیں۔“

(جیسیں دھرم و پرماتما ص: ۳۶)

اسی کتاب کا ایک اور اقتباس درج ذیل ہے:

”درحقیقت سنارکس کا نام ہے؟ جیو: جو آداؤں میں پھنسا ہوا ہے، جنم، مرن کرتا ہے..... کبھی زک میں جاتا ہے، کبھی جمادات و بنیات و حیونات میں پیدا ہوتا ہے۔ کبھی انسان یاد یوتا ہوتا ہے۔ کبھی سکھی ہوتا ہے، کبھی دلکی..... اسی کا نام سنار یاد ہنیا ہے اور یہ سنار یاد نیا ہر ایک جیوا پنے لیے خود اپنے خیالات و جذبات کے بوجب بناتا ہے۔ اس طرح سنار کا کارن خود جیو یا آتما ہے۔“

(جیسیں دھرم و پرماتما ص: ۲۷)

عیسائیت میں تخلیق کائنات کے متعلق عہد نامہ قدیم (Old Testament) کی پہلی کتاب، (کتاب پیدائش) میں درج ذیل عبارت ملتی ہے۔

”خدا نے ابتدائیں زمین و آسمان کو پیدا کیا، زمین دیران و سنسان تھی اور گہراؤ کے اوپر اندر ہیرا تھا، خدا کی روح پانی کی سطح پر جنبش کرتی تھی۔ خدا نے کہا کہ روشنی ہو جاؤ اور روشنی ہو گئی اور خدا نے دیکھا کہ روشنی اچھی ہے تو خدا نے روشنی کو تار کی سے جدا کیا اور خدا نے روشنی کو دن کہا اور شام کی کورات کہا اور شام ہوئی اور سچ ہوئی سو پہلا دن ہوا (دوسرے دن سے لے کر چھٹے دن تک ہر دن کے دوران خدا کی تخلیق کی تفصیل درج ہے۔) اور خدا نے اپنے کام کو جسے وہ کرتا تھا ساتویں دن ختم کیا اور اپنے سارے کام سے جسے وہ کرتا تھا ساتویں دن فارغ ہوا۔“

(باب: ۱، اتا ۱۳۰ و باب: ۲-۱)

کتاب خروج میں درج ذیل عبارت ملتی ہے:

”کیوں کہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جوان میں ہے وہ

سب بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔“ (باب: ۱۱-۸، ۲۰)

خدا کے بارے میں خیال یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق میں خدا تھک گیا اور ساتویں دن اسے آرام کرنا پڑا۔

اسلام میں تخلیق کائنات کا واضح تصور پایا جاتا ہے۔ قرآن میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ اسلام کی رو سے کائنات، روح اور ماڈہ ازی اور ابدی نہیں ہیں۔ سائنس کی تحقیقات نے اس کی تائید کی ہے۔

اسلام کے مطابق اللہ تنہا خالق کائنات ہے۔ تخلیق کے لیے اسے ماڈے اور روح وغیرہ کی ضرورت نہیں تھی۔ اللہ نے زندگی کی تخلیق کی ابتداء پانی سے کی ہے۔ تخلیق کائنات کے عمل میں اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ قرآن میں کہا گیا ہے کہ کائنات کی تخلیق تو اللہ نے کی ہے، پھر اللہ کو چھوڑ کر جن دوسروں کو پوجا جا رہا ہے انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ ایک کھی کا پیدا کرنا بھی کسی کے لیے ممکن نہیں۔ قرآن میں ہے:

”لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے، نور سے سنو۔ جن معبدوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پا رتے

ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز
چھین لے جائے تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔” (انج: ۲۷)

کائنات کی تخلیق کے عمل میں خدا کو کوئی تکان نہیں ہوئی، جس کے بعد اسے آرام
کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ ایسی تمام کم زور یوں سے وہ بالکل پاک ہے۔ وہ اذل سے ہے
اور ابد تک رہے گا۔

کائنات کی تخلیق کے بعد اللہ نے اسے کسی دوسرا نے کے حوالے نہیں کر دیا ہے بلکہ اپنی
تمام مخلوقات پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ اسی کے بناءے ہوئے قوانین اور رضا بطون کے تحت سب
کام کر رہے ہیں۔

تبصرہ:

کائنات کی تخلیق کے متعلق مختلف مذاہب میں جو تصورات پیش کیے گئے ہیں ان کا
جاائزہ مختصر اس طور بالا میں پیش کیا گیا ہے۔ ان تصورات میں اتفاق اور مطابقت تلاش کرنا ممکن
نہیں ہے، کیوں کہ ان میں نمایاں تضاد پایا جاتا ہے۔ دو مذاہب تو ایسے ہیں جو خدا کے وجود کو
سرے سے مانتے ہی نہیں۔ ان کے نزدیک کائنات کی تخلیق میں خدا کوئی روں نہیں ہے۔ ایک
مذہب کے نزدیک خدا نے کائنات کی تخلیق کی، اس کام میں وہ تحکم گیا اور ساتویں دن آرام کیا۔
ایک مذہب تخلیق کائنات سے متعلق حرث اگریز قصہ پیش کرتا ہے، جن کے لیے عقلی استدلال
فراتھم کرنا اور سائنسی تو جیہے کرنا ممکن نہیں ہے۔ ایک مذہب کائنات کی تخلیق کے سلسلے میں ایک
عظمیم خالق، مالک، پانہمار، حاکم، رحمن اور رحیم، مدبر اور منتظم خدا کا تصویر پیش کرتا ہے۔ یہ تصویر خدا
بہترین صفات خداوندی کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اس میں تخلیق کائنات کے متعلق جو
روہ نمایی کی گئی ہے، سائنسیک حقائق اس سے ہم آہنگ ہیں۔ یہ تصویر عقل دہن کو مطمئن کرتا ہے۔
کیا ایک ہی وقت میں یہ سب تصورات صحیح اور بحق ہو سکتے ہیں؟ کیا ان سب کو مان
لیتا چاہیے یا ان میں سے جو صحیح ہے عقل دلیل اور فطرت اور آثار کائنات کی روشنی میں غور کر کے
اسے قبول کرنا چاہیے۔

(ج) انسان کی ہدایت اور وہ نمائی کا انتظام

انسان اپنی زندگی میں دیگر خلائق کے مقابلے میں سب سے بڑھ کر ہدایت وہ نمائی کا محتاج ہے۔ اس کے لیے یہ ہدایت اور وہ نمائی، روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج وغیرہ ضروریات سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ زندگی کا وہ مقصد انسان کو معلوم ہونا چاہیے جس کی تکمیل میں پوری زندگی بسر کی جائے۔ خدا کی مرضی اور پسندیدہ راہ پر چلنے کے لیے وہ نمائی درکار ہے۔ انسان کو معلوم ہونا چاہیے کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں خدا کے احکام پر کیسے عمل کیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ انسان کو زندگی کے لیے ہدایت وہ نمائی کیسے حاصل ہوتی ہے؟ یہ بات تو نہیں کہی جاسکتی کہ خدا نے انسان کی ہدایت وہ نمائی کا کوئی انتظام نہیں کیا ہے۔ خدا کی صفتِ رحمت و عدل کا تقاضا تھا کہ وہ انسان کی ہدایت وہ نمائی کا معقول انتظام کرے۔

اب ذرا ویکھیں کہ خدا کی جانب سے انسان کی ہدایت وہ نمائی کے سلسلے میں مذہب میں کیا تصور پایا جاتا ہے۔

بدهمت انسان کی ہدایت وہ نمائی کے لیے کسی مافوق الفطرت ذریعے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ انسان کی زندگی کے لیے مبسوط ہدایت وہ نمائی کے مجاہے صرف کچھ اخلاقی تعلیمات پائی جاتی ہیں۔ غرض زندگی کے سلسلے میں مفصل ہدایت وہ نمائی اور نظام زندگی کا تصور نہیں ملتا۔ راہبانہ زندگی آئینہ میں مانی گئی ہے۔ خدا اور اس کی ہدایت وہ نمائی سے بے نیازی کے بعد جو خلا پیدا ہوا اسے گوتم بدھ کی پوجا و پرستش اور عبادت سے پُر کیا جاتا ہے۔

جیں مت کے بانی میں مہا ویر سوامی انسانی ہدایت وہ نمائی کے لیے مافوق الفطرت ذریعے پر یقین نہیں رکھتے۔ یہ مذہب خدا کا صاف انکار کرتا ہے۔ اس مذہب میں بھی اخلاقی تعلیمات دی گئی ہیں۔ راہبانہ زندگی کی بہت فضیلت کی بیان کی گئی ہے۔ غرض یہ کہ جیں مت میں بھی (بدهمت کی طرح) مفصل ہدایت وہ نمائی اور نظام زندگی کے لیے ضابطہ نہیں ملتا۔

جیں مت اور بدھ مت انسانی زندگی کے لیے ہدایت اور انسانوں کی نجات کے لیے خدا اور اس کے نبیوں، پیغمبروں اور وحی کی ضرورت نہیں تسلیم کرتے۔ گوم بدھ اور مہا ویر جین کی تعلیمات پر عمل کرنا، ہی نجات کا باعث سمجھا گیا ہے۔ خدا کے بجائے دونوں مذاہب کے بائیوں کی پرستش عام ہے۔

ہندو مت کی بنیاد اگرچہ چار ویدوں پر ہے، لیکن ویدوں کے علاوہ گیتا، مہا بھارت، اپنیشید اور پران وغیرہ کو بھی اہم کتب مانا گیا ہے۔ اس مذہب میں نبی، پیغمبر اور وحی کا تصور نہیں ہے۔ بعض دانش و رویدوں کو الہامی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ ویدوں میں اوتار کا عقیدہ نہیں ہے البتہ گیتا اور دیگر ہندو کتب میں ہدایت و رہنمائی کے لیے اوتار واد کا تصور پایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ عقیدہ مانا گیا ہے کہ خدا خود انسانوں کی رہنمائی ظلم کے خاتمے اور معاشرے کی اصلاح کے لیے انسانی شکل یا کسی دوسری شکل کو اختیار کر کے زمین پر آتا ہے۔ وشنو کے اوتارا م چندر جی، کرشن جی، پرسورا م وغیرہ تسلیم کیے گئے ہیں۔ زنگله (آدھا انسان، آدھا شیر) کچھوا، سورا اور مچھلی وغیرہ بھی ان کے اوتار تسلیم کیے گئے ہیں۔ ہندو مذہب کے مشہور مفکرین و رہنما مثلاً پروفسر رادھا کرشن، سوامی دیوبندی اور پنڈت وید پرکاش اپاہمیائے وغیرہ نے تسلیم کیا ہے کہ اوتار واد کا عقیدہ ویدوں میں نہیں ہے بلکہ اوتار کا مطلب خدا کا انسانی یا کسی اور روپ میں زمین پر اترنا نہیں ہے۔ یعنی اوتار کا مطلب نازل شدہ یا اوتارا ہوا ہوتا ہے۔ یعنی خدا کسی انسان کو اپنا نمائندہ بناتا ہے، تاکہ وہ انسانوں کی اصلاح کرے اور ظلم و زیادتی اور فساد و بگاڑ کو دور کرے۔ یہ تشریع، تصور رسالت کے قریب ہے۔

انسانی زندگی کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اسلام کا نقطہ نظر درج ذیل ہے:
انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے خدا نے بہترین انتظام رسالت (Prophethood) کا کیا ہے۔ اس انتظام میں درج ذیل باتیں شامل ہیں:

۱۔ انسان ہدایت و رہنمائی کے لیے خدا ہی کا محتاج ہے، کیوں کہ وہی انسان کا خالق ہے اور اس کے بارے میں ہر طرح کا علم رکھتا ہے۔

۲۔ انسان کی بدایت و رہنمائی کے لیے خدا نے جن پاکیزہ اور نیک سیرت انسانوں کو منتخب کیا وہ نبی اور پیغمبر کہلاتے۔ انسان کے لیے عملی نہونہ کوئی انسان ہی ہو سکتا ہے۔ نبی اور پیغمبر کو خدا کا پیغام وحی کے ذریعہ حاصل ہوا کرتا تھا۔ یہ پیغام خدا کی بدایت و رہنمائی اور احکام پر مبنی ہوتا تھا۔ نبیوں اور پیغمبروں کی باتیں یقینی، مستند اور حقیقی ہوتی تھیں، کیوں کہ وہ خدا کے بخشے ہوئے علم حقیقی کی بنیاد پر ان باتوں کو پیش کرتے تھے۔ اس میں ان کے کسی قیاس و مگان، نفسانی خواہش اور رجحانات کا دخل نہیں ہوتا تھا۔ اسی لیے ان کی ساری باتیں ہر شک و شبہ سے بالاتر اور حق و صداقت پر مبنی ہوتی تھیں۔ اس بنا پر رسولوں پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت و فرمان برداری کرنا ان کی قوموں کے لیے لازم تھا۔ رسول کا انکار دراصل خدا کا انکار ہے۔ رسول کی اطاعت اور فرمان برداری خدا کی اطاعت و فرمان برداری ہے۔ اسی طرح رسول کی نافرمانی دراصل خدا کی نافرمانی ہے۔

۳۔ اگرچہ ہر انسان کے اندر خیر و شر، نیکی اور بدی کے امتیاز کا ماڈہ رکھا گیا ہے، لیکن یہ انسان چیزیں با اختیار اور ایک حد تک آزادی اور عقل و شعور رکھنے والی مخلوق کے لیے ناکافی ہے۔ اس لیے خدا نے انسان کی بدایت اور رہنمائی کے لیے نبیوں اور پیغمبروں کا ایک طویل سلسلہ قائم کیا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔

نبی اور پیغمبر مختلف قوموں اور مختلف زمانوں میں آتے رہے۔ آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بدایت، کام یابی اور نجات کے لیے آپ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کیوں کہ پچھلے انبیا کی تعلیمات اور ان پر نازل شدہ کتابوں میں اتنی تحریفات ہوئی ہیں کہ ان کی اصل تعلیم کا پتہ لگانا ناممکن ہے۔

آج، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم، سیرت و زندگی اور آپ کا پیغام تاریخ کے رویاڑی میں بالکل محفوظ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بتائی ہے کہ وہ کوئی نیا پیغام اور انوکھی تعلیمات نہیں پیش کر رہے ہیں بلکہ پچھلے نبیوں اور پیغمبروں نے اپنی اپنی قوموں کو جو پیغام خداوندی دیا تھا اس کو آخری پیغمبر کی حیثیت سے جامع اور کامل شکل میں تمام انسانوں کے لیے پیش کر رہے ہیں۔

تبصرہ

انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے خدا کی انتظام کے متعلق مذاہب کی تعلیمات کا مختصر جائزہ بتاتا ہے کہ:

- ۱۔ بعض مذاہب ہدایت کے لیے خدا، پیغمبر اور وحی کی ضرورت کے بالکل قائل نہیں ہیں۔ ان کے یہاں مخصوص کچھ اخلاقی تعلیمات ہیں۔ عموماً رہنمائی زندگی آئینہ میں مانی جاتی ہے۔ ایک مکمل نظام زندگی کا کوئی قابل عمل نقشہ نہیں پایا جاتا۔ آج کے دور میں انسانی مسائل کے حل کے لیے کوئی ہدایت و رہنمائی نہیں ملتی۔ ان مذاہب میں اخلاقی تعلیمات پر عمل اور رہنمائی اور تحریر کی زندگی کے نتیجے میں نجات کے حصول کی توقع کی گئی ہے۔ ضابطہ حیات کے سلسلہ میں یہی ان کا کافی سرمایہ ہے۔
- ۲۔ بعض مذاہب انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے خدا، وحی اور رسالت کو ضروری مانتے ہیں۔ لیکن جب ہم گھرائی کے ساتھ ان مذاہب کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کے درمیان بڑا فرق اور تباہی اختلافات سامنے آتے ہیں۔ مثلاً: ایک مذہب (عیسائیت) میں حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ سے قبل تک پیغمبروں کو تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ کو خدائی میں شریک تھیرالیا گیا ہے اور آخری پیغمبر (جو اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں) کا انکار پایا جاتا ہے اور ان پر نازل شدہ آخری کتاب قرآن مجید کا بھی انکار کر دیا گیا ہے۔ عیسائیت کے مطابق حضرت عیسیٰ (معاذ اللہ) خدا کے بیٹے اور تم خداوں میں سے ایک خدا ہیں جب کہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام پیغمبروں اور نبیوں نے صرف ایک خدا کے تصور (توحید) کی تعلیم دی ہے اور شرک سے بالکل رواکا ہے۔
- ۳۔ ایک مذہب (اسلام) انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے خدا کی جانب سے انتظام کو خدا کی صفت رحمت و عدل اور حکمت کا تقاضا سمجھتا ہے، چنانچہ اس مذہب کے مطابق خدا نے پہلے دن (آغاز انسانیت) سے آدم اور ان کی نسل کی ہدایت اور

روہنمائی کے لیے مسلسل پیغمبروں اور نبیوں کو بھیجا۔ اسلام میں تمام پیغمبروں اور آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مانا ضروری ہے۔ اسی طرح پیغمبروں کو جو صحیفے اور کتابیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھیں، ان سب کو مانا ضروری ہے۔ البتہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے آئے ہوئے پیغمبروں کی کتابیں، صحیفے اور شریعتیں سب منسوخ ہو چکی ہیں۔ اس لیے اب ہدایت و رہنمائی اور فلاح و نجات محمد ﷺ کی پیروی میں مضر ہے اور قرآن مجید کو اپنی زندگی کے لیے کتاب ہدایت بنانے کا اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی فلاح حاصل ہوگی۔

یہ جائزہ بتاتا ہے کہ مذاہب کے درمیان اس اہم مسئلہ یعنی انسان کی ہدایت و رہنمائی کے متعلق اتفاق رائے نہیں پایا جاتا۔ یہ اختلاف بھی اصولی اور بنیادی نوعیت کا ہے۔ اس طرح کے اختلاف کے بعد کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سارے مذاہب بحق ہیں۔ ان میں کوئی ایک مذہب ہی صحیح ہو سکتا ہے جو عقل و فطرت، انسان اور کائنات میں پائی جانے والی نشانیوں کی شہادت سے ہم آہنگ ہو۔ دین حق کی جتنی اور تحقیق کرنا اور اس کے بعد اسے قول کرنا ہر اہل انسان کی ذمہ داری ہے جو اپنی اس زندگی میں کامیابی کا خواہاں ہو اور اخزوی زندگی میں جہنم کی آگ سے بچنا چاہتا ہو۔

(د) زندگی بعد موت کا تصور

بنیادی تصورات زندگی کے ذیل میں مذاہب کی تعلیمات پر غور کرتے ہوئے، ایک اہم مسئلہ زندگی بعد موت کا ہمارے سامنے آتا ہے۔ موت کے بعد زندگی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہاں کام یا بیلی اور نجات کی کیا صورت ہوگی؟ اگر زندگی نہیں ہے تو پھر کیا ہو گا؟ یہ محض کوئی فلسفیانہ سوال نہیں ہے بلکہ اس کا انسان کی اخلاقی اور عملی زندگی، اس کے رویے اور طرزِ عمل سے گہرا اعلق ہے۔

کچھ لوگوں نے دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے اور وہ موت کو انسانی زندگی کا خاتمه سمجھتے ہیں۔ موت کے بعد ان کے نزدیک کچھ نہیں ہے۔ یہ بغیر دلیل کے ایک دعویی ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس دنیا میں جو عیش و آرام کے ساتھ زندگی برقرار ہے ہیں اگر مرنے کے

بعد کوئی زندگی ہے تو وہاں بھی اسی طرح عیش و آرام کے ساتھ وہ رہیں گے۔ دیگر خیالات بھی موجود ہیں۔ ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ مذاہب میں موت کے بعد کی زندگی کے متعلق جو تصورات پیش کیے گئے ہیں ان میں سے کس تصوর کو سببیاد پر صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

ہندومت، بدھ مت، جین مت اور سکھ مت میں مشترک طور پر زندگی بعد موت کے لیے آواگمن کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ ہندومت کے موقف کو طے کرنے میں دشواری یہ پیش آتی ہے کہ ویدوں میں آواگمن کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ اعمال کی اخروی زندگی میں باز پرس اور پھر جنت و دوزخ کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ ویدوں میں پترلوک کا تصور بھی ملتا ہے۔ پترلوک کو عالم برزخ کہہ سکتے ہیں۔ ان میں جنت و دوزخ کی تفصیلات ملتی ہیں۔ لیکن گیتا اور پرانوں میں آواگمن کا تذکرہ ہے۔ آواگمن کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد کرمون (اعمال) کی بنیاد پر انسان نیا جنم پائے گا۔

اس نئے جنم میں وہ انسان، جانور، کتا، بلی، بھینس، بیتل، بکری، گائے، کیز اکھڑا، گھاس پھوس اور سبزی یا انسان وغیرہ کی شکل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کا درود انسان کے کرم پر ہے۔ پیدائش اور موت کا یہ سلسلہ ۸۲ لاکھ یو نیوں (جسموں) کو اختیار کرنے تک چلتا رہتا ہے۔ اس کے بعد ہی نجات ملے گی۔ نجات کی شکل کیا ہوگی اور کس طرح حاصل ہوگی؟ اس بارے میں اتفاق رائے نہیں پایا جاتا۔

عیسائیت میں زندگی بعد موت کا تصور ہے۔ کام یابی اور نجات کے لیے دنیوی زندگی میں یسوع کو خدا کا بیٹا مان کر صلیب پر اس کے جان دینے کے عقیدے کو قبول کرنا ضروری ہے۔ زندگی میں شریعت کی پابندی ضروری نہیں، بلکہ اس عقیدے کے ساتھ شریعت کی منسوخی کا تصور پایا جاتا ہے۔ جنت اور دوزخ کا تصور بھی موجود ہے۔

اسلام میں زندگی بعد موت کے سلسلے میں واضح تعلیمات ملتی ہیں۔ یہ عقیدہ اسلام کا تمسرا بنیادی عقیدہ کھلااتا ہے، یعنی عقیدہ آخرت۔ اس کی رو سے انسان اپنی دنیوی زندگی کے لیے اللہ کے سامنے جواب دہے۔ ایمان اور نیک اعمال کی بنیاد پر جزا کے طور پر جنت ملے گی اور غلط عقائد اور اعمال بد کی بنیاد پر سزا اور عذاب سے دوچار ہوگا۔ کوئی سفارش یا دوستی کام نہیں

آئے گی۔ خدا کا بے لائگ انصاف ہوگا۔ قیامت کے دن سارے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر مذکورہ انعام سے دو چار ہوتا پڑے گا۔
قرآن میں کہا گیا ہے:

- ”قیامت کے روز وہ تم سب کو ضرور جمع کرے گا۔ یہ بالکل ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے۔ مگر جن لوگوں نے اپنے آپ کو خود تباہی کے خطرے میں بدل کر لیا ہے، وہ اسے نہیں مانتے۔“ (الانعام: ۱۲)

- ”نقسان میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے اپنی ملاقات کی اطلاع کو جھوٹ فراہدیا۔ جب اچانک وہ گھٹری آجائے گی تو یہی لوگ کہیں گے ”افسوس، ہم سے اس معاملے میں کیسی تقاضی ہوئی! اور ان کا حال یہ ہوگا کہ اپنی پیغمبروں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو، کیسا برابر بوجھ ہے جو یہ اخخار ہے ہیں! دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور ایک تماشہ ہے۔ حقیقت میں آخرت ہی کا مقام ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو زیاں کاری سے بچنا چاہتے ہیں۔ پھر کیا تم لوگ عقل سے کام نہ لو گے؟“

(الانعام: ۳۲-۳۴)

مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے سلسلے میں قرآن کہتا ہے:

- ”اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ زمین سونی پڑی ہے، پھر جو نبی کرہم نے اس پر پانی رسایا وہ لیکا یہکھک اٹھتی ہے اور پھول جاتی ہے۔ یقیناً جو خدا اس مری ہوئی زمین کو جلا اٹھاتا ہے وہ مردوں کو بھی زندگی بخشنے والا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (ح� سجدہ: ۳۹)

آخرت میں کیا ہوگا؟ اس سلسلے میں قرآن میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک

جگہ کہا گیا ہے:

- ڈرواس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا اور نہ کسی کی طرف سے

سفرارش قبول ہوگی اور نہ کسی کو نذر یا لے کر چھوڑ اجائے گا اور نہ مجرموں کو کہیں سے مدد
سکے گی۔“ (البقرة: ۲۸)

• ”قیامت کے دن نہ تمہاری رشتہ داریاں کسی کام آئیں گی اور نہ تمہاری اولاد۔ اس
روز اللہ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا اور وہی تمہارے اعمال کا دیکھنے والا
ہے۔“ (المتحن: ۳)

• ”اس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنے ماں باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے
بھاگے گا۔ ہر شخص پر اس دن ایسا وقت آپڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ
ہو گا۔“ (عمس: ۳۷-۳۸)

تبصرہ

زندگی بعد موت کے متعلق مذاہب کی تعلیمات کے اس جائزے کے بعد درج ذیل
نتائج سامنے آتے ہیں:

- ۱) مذاہب کے بنیادی تصورات میں شدید اختلاف اور فرمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ ان
میں اتفاق رائے نہیں ہے۔
- ۲) ایک ہی وقت میں یہ سب تصورات صحیح اور بحق نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے جو تصور صحیح
اور بحق ہے اس کی تحقیق ضروری ہے۔
- ۳) دنیا میں انسان کا عقیدہ اور اس کی عملی زندگی کا رخ، اس کا رو یہ اور طرزِ عمل، معاملات،
خدا اور بندوں کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں اس کی آمدگی، ان ہی
تصورات کے قبول یا انکار پر مخصر ہے۔ مختلف تصورات کے تحت الگ الگ سماجی و
اخلاقی نمونے تشکیل پاتے ہیں۔

مذکورہ بنیادی تصورات کے علاوہ بعض اور نکات کے سلسلے میں بھی شدید اختلافات،
مذاہب کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ مثلاً درج ذیل نکات کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے:

- انسان کی زندگی کا مقصد
- عبادات کے طور طریقے
- انسانی مساوات

مختلف مذاہب کے ان اختلافات سے واقفیت کے بعد کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان میں سے کسی بھی مذہب کو اختیار کرنا، یہاں صحیح اور برحق ہوگا اور ان میں سے کسی کے بھی مطابق عمل زندگی برکر کے انسان خدا کو راضی اور خوش کر سکتا ہے۔ اہم سوال یہ ہے کہ ان مختلف تصورات میں سے کون سا تصور خدا کا عطا کر دہ ہے، جسے اختیار کرنے سے وہ بندوں سے راضی اور خوش ہوگا۔ اس کی تحقیق و تجویل و دلیل اور عقل و بصیرت کی بنیاد پر ہر انسان کی ذمہ داری ہے۔ اس تحقیق کے تباہ بھی خود اسی کے حصے میں آ سکیں گے۔ جو تصورات انسانوں یا کسی گروہ کے وضع کردہ ہیں، ممکن ہے کہ ان کو اختیار کرنا بظاہر کسی نہ کسی مذہب پر عمل کرنا سمجھا جائے گا، لیکن غور کرنا چاہیے کہ کیا یہ روایہ خدا سے بغاوت اور اس کی نافرمانی کا نہیں ہے؟ اس غیر سنجیدہ طرز فکر کے نتیجہ میں انسان دنیا میں امن و سکون، ترقی اور خوش حالی اور سکون و راحت کیسے پاسکتا ہے؟ اور آخرت میں فلاح و نجات اسے کیوں کریں سکتی ہے؟



وحدت ادیان کا ایک اہم پہلو

وحدت ادیان کے مسئلہ پر ایک اور پہلو سے غور کرنا ضروری ہے۔ مذہبی کتابوں سے یہ اہم حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ خدا نے سورج، چاند، زمین، آسمان، ہوا، پانی نباتات اور حیوانات کو تمام انسانوں کے فائدے اور استعمال کے لیے بنایا ہے۔ ان نعمتوں کو کسی خاص انسانی گروہ یا قوم اور ملک کے لیے مخصوص نہیں کیا، بلکہ انھیں سب کے فائدے کے لیے عام کر دیا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام انسان، خواہ وہ اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں، کسی بھی رنگِ نسل، زبان و علاقے کے ہوں، امیر ہوں یا غریب، تعلیم یا فتنہ ہوں یا جاہل سب ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، کیوں کہ وہ انسانی زندگی کی بقا اور اس کے ارتقا کے لیے ناگزیر ہیں۔ گویا خدا نے انسانی زندگی کی ان مادی اور جسمانی ضرورتوں کو بلا استثناء کو عطا فرمادیا۔ اگر وہ کسی کو محروم رکھتا تو یہ اس کے عدل، رحمت اور حکمت کے سراسر خلاف ہوتا۔ لیکن اس نے ایسا ہونے نہیں دیا۔ اب غور کیجئے۔ انسان کی صرف یہی ضرورتیں تو نہیں ہیں، بلکہ اس کی روحانی اور اخلاقی زندگی اس کی مادی اور جسمانی زندگی سے بڑھ کر اہم ہے۔ اس بارے میں وہ ہدایت و رہنمائی (مذہب) کا محتاج ہے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ خدا ایک خاص گروہ یا نسل کو مذہب عطا کر کے باقی انسانوں کو محروم کر دے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ظلم عظیم ہوتا۔ خدا بہت انصاف کرنے والا ہے، وہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس نے انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جو بھی مذہب عطا کیا ہے، وہ کسی ایک گروہ یا قوم نسل اور ملک کے لیے نہیں، بلکہ سارے انسانوں کو عطا فرمایا ہے جس طرح اس کی مذکورہ نعمتوں پر کل کسی ایک گروہ یا

نسل کی اجارہ داری نہیں ہے، اسی طرح اس کی ہدایت و رہنمائی پر بھی کسی کی اجارہ داری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی گنتی ممکن نہیں۔ ان میں انسانوں کے لیے بے شمار فائدے ہیں۔ اس کی ہدایت و رہنمائی بھی ہر اس انسان کے لیے جو سے اپنا تاتا ہے، بے انہما فائدے اپنے اندر رکھتی ہے اور ہر طرح کے نقشان اور شر و فساد سے اسے بچاتی ہے۔ خدا کی نعمتوں میں بندوں کے لیے اس کی ہدایت و رہنمائی (مذہب) سب سے بڑی اور قیمتی نعمت ہے، جس کو قبول کر لینے کے نتائجِ امن و سلامتی، چین و سکون، تعمیر و ترقی کی شکل میں سامنے آئیں گے۔ انسان بدآمنی اور فساد و بگاڑ سے محفوظ ہو گا۔

خدا کی یہ ہدایت و رہنمائی آج کہاں ہے؟ کون کے پاس ہے؟ جن کے پاس بھی یہ نعمت ہے، وہ ان کی ذاتی ملکیت نہیں ہے، بلکہ وہ انسانیت کی امانت ہے۔ جن لوگوں کے پاس یہ نعمت موجود ہے، ان کا فریضہ ہے کہ وہ دل سے اس کی قدر کریں اور اسے اختیار کر کے اپنی زندگیوں میں فائدہ اٹھائیں۔ ساتھ ہی دوسروں کے سامنے اس کا تعارف کرائیں، اسے انسانوں کے لیے عام کر دیں۔ کیوں کہ وہ نہ اس کے مالک ہیں نہ اجارہ دار، بلکہ صرف امانت دار (Custodian) ہیں۔ اس بارے میں غفلت برتنے پر اس گروہ کی شدید اخروی باز پرس ہوگی، جو آج دنیا میں ہدایت و رہنمائی کا حامل ہے۔

اب غور کیجئے کہ یہ ہدایت و رہنمائی کہاں ہے؟ سب سے پہلے تو ہمیں دیکھنا چاہیے کہ دنیا کے مذاہب میں کیا کسی مذہب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ تنہ خدا کی طرف سے ہے اور سارے انسانوں کے لیے ہے؟ اس مذہب کی کتاب یا کتابوں میں جو تعلیمات اور رہنمائی پائی جاتی ہے، کیا وہ اس دعوے کی تائید کرتی ہے؟ کیا وہ تعلیم عالم گیر، آفاقی اور اصولی نوعیت کی ہے؟ پچھلے صفحات میں حقیقی مذہب کی جن خصوصیات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے، کیا وہ خصوصیات اس مذہب میں پائی جاتی ہیں؟ دوسرا ہم سوال یہ ہے کہ انسانی تاریخ میں اس مذہب کو کیا کبھی کسی انسان کی طرف منسوب کیا گیا؟ یا وہ ہمیشہ اس امر کا مدعا رہا کہ وہ خدا کی طرف سے ہے؟ مزید سوال یہ ہے کہ اس کو پیش کرنے والی ہستی / ہستیوں نے کیا اس مذہب کو اپنی ذات اور شخصیت کی طرف منسوب کر کے پیش کیا، یا اس کے بر عکس یہ دعویٰ کیا کہ وہ اپنی طرف سے نہیں، بلکہ خدا کی طرف سے

اسے پیش کر رہے ہیں؟ نیز یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ مدعی کیسے لوگ تھے؟ یہ پچھے خدا ترس اور پاکیزہ انسان تھے؟ کیا انسانوں کی خیر و بھلائی اور فلاج و بہبودی کے لیے کام کرنے والے تھے؟ یا ان کا اپنا ذاتی مفاد اس مذہب کی طرف انسانوں کو بلانے میں پوشیدہ تھا؟ کیا وہ کہتے تھے کہ ہم تمہارے خیرخواہ ہیں، ہم کوئی اجر یا بدلہ تم سے نہیں مانگتے۔ خبا کے حکم سے تمہاری کام یابی اور نجات کے لیے یہ پیغام اور تعلیم تم تک پہنچا رہے ہیں۔ ہماری بے غرضی اور بے لوثی، ہماری دعوت کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ہم تھیں دعوت دینے سے پہلے اس تعلیم پر خود بھی عمل کرتے ہیں۔ ہمارا بدلہ خدا ہمیں دے گا۔ تم آنکھیں بند کر کے اس کے قبول یا انکار کا طریقہ مت اختیار کرو، بلکہ خوب غور و فکر کرو اور اپنی فلاج و نجات کی خاطر آزاد فیصلہ کرو۔

آج انسان کے پیچیدہ مسائل اور اس کے بگڑے ہوئے سماجی حالات نشان دہی کر رہے ہیں کہ انسانوں کے بنائے ہوئے مذاہب و نظریات سب ناکام ہو چکے ہیں۔ انسان ایک بحران میں مبتلا ہے۔ اس کی زندگی اجیرن ہو چکی ہے۔ انسانی مسائل کا واحد حل خدائی نہ کرنا اور خدائی فارمولہ ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ کسی نئے مذہب یا نظریہ کو وضع کرنے کے بجائے خدا کے پچھے مذہب کی تلاش کرے اور اپنی زندگی میں اسے قبول کر لے۔ اس کے بعد ہی اس کی زندگی کا بحران ختم ہو گا اور وہ کام یا ب زندگی گزار کر اخروی زندگی میں نجات یعنی خدا کی خوب نو دی پا کر جہنم کے عذاب سے نج سکے گا۔

قرآن کی رہنمائی

تمام مذاہب کے برق ہونے یانہ ہونے کے بارے میں قرآن کی رہنمائی بہت اہم ہے۔ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن آج سے ۱۳۵۰ سال پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ آپ قرآن کے مصنف نہیں ہیں۔ قرآن میں شروع سے آخر تک بتایا گیا ہے کہ اسے اللہ نے نازل کیا ہے۔ یہ چیلنج بھی کیا گیا ہے کہ جو لوگ اسے اللہ کا کلام اور اس کی کتاب نہیں مانتے وہ اس جیسی ایک چھوٹی سی سورہ ہی بنا کر دکھائیں۔

قرآن نے ایک خاص بات یہ بتائی کہ پچھلی کتابیں جو اللہ کی طرف سے نازل کی گئی تھیں ان میں کوئی بھی محفوظ نہیں رہی۔ ان کتابوں کے پیروؤں نے خدا کے کلام میں خود ساختہ تشریحات کو شامل کیا اور حذف و اضافے کر دیے۔ اب ان کے ذریعہ خدا کی اصل تعلیمات معلوم نہیں ہو سکتیں، لیکن قرآن نہ صرف یہ کہ محفوظ ہے، بلکہ پچھلی کتابوں کی حقیقی تعلیم کا خلاصہ اس میں موجود ہے اور ان کو پر کھنے کی کسوٹی بھی ہے۔ اسی لیے پچھلی آسمانی کتابوں پر ایمان تو لا یا جائے گا، لیکن عمل اہدایت اور رہنمائی ان سے حاصل نہیں کی جاسکتی، بلکہ اب صرف قرآن ہی واحد کتاب ہدایت ہے۔

انسانیت کے لیے مذہب کے بارے میں قرآن کی درج ذیل رہنمائی پر غور کرنا چاہیے:

۱۔ ”اللہ کے نزد یک دین صرف اسلام ہے۔“ (آل عمران: ۱۹)

۲۔ ”اب کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ (اسلام) چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں حالاں کہ آسمان اور زمین کی ساری چیزیں چاروں ناچار اللہ ہی کی تابع فرمان (سلم) ہیں اور اسی کی طرف سب کو پہنچتا ہے؟“ (آل عمران: ۸۳)

۳۔ ”اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامادر ہے گا۔“ (آل عمران: ۸۵)

۴۔ ”آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔“

(المائدہ: ۳)

قرآن اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کے لیے اسلام اللہ کا عطا کردہ دین (مذہب) ہے۔ اس کا بانی کوئی انسان، رسول یا نبی نہیں ہے۔ بیہاں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اسلام کا آغاز آج سے 1450 سال قبل حضرت محمد ﷺ کی عرب میں

تشریف آوری کے ساتھ ہوا، یا حضرت محمدؐ کے بانی ہیں بلکہ حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے پہلے دن سے یہ دین عطا کیا تھا۔ اب سے جامع، مکمل اور فائیل شکل میں محمدؐ کو عطا کیا گیا۔

اسلام کے دو معنی ہیں: ایک امن و سلامتی، دوسرا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دینا۔ مسلم اللہ کی کامل اطاعت و فرمان برداری کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اسلام کوئی نسلی اور قومی مذہب نہیں ہے۔

اسلام کے برخلاف جو طرز عمل ہے وہ کفر اور شرک کہلاتا ہے۔ شرک کے متعلق قرآنی آیات کے حوالے آچکے ہیں۔ اب کفر کے بارے میں درج ذیل قرآنی ارشادات پر غور کیجئے۔

- ”یقین رکھو کہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر ہی کی حالت میں جان وی (مر گئے)۔ ان میں سے کوئی اگر اپنے آپ کو سزا سے بچانے کے لیے زمین بھر کر بھی سونا فدیہ میں دے تو اسے قبول نہ کیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک سزا تیار ہے اور وہ اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔“ (آل عمران: ۹۱)

قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

- ”جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے ان کے لیے دنیا کی زندگی بڑی محظوظ اور دل پسند بنا دی گئی ہے۔ ایسے لوگ ایمان کی راہ اختیار کرنے والوں کا مذاق ازاتے ہیں مگر قیامت کے روز پر ہیز گار لوگ ہی ان کے مقابلے میں عالی مقام ہوں گے۔ رہا دنیا کا رزق تو اللہ کو اختیار ہے ہے چاہے بے حساب دے۔“ (ابتلہ: ۲۱۲)

بعض مذاہب کس طرح وجود میں آئے؟

بعض مذاہب تاریخی شخصیات سے منسوب ہیں، مثلاً بدھ مذہب اور جین مذہب۔

بدھ مذہب کے بانی مہاتما گوتم بدھ ہیں اور جین مذہب کے بانی مہاویر جین ہیں۔

تقریباً ڈھائی ہزار سال سے زیادہ عرصہ ان مذاہب کے ظہور کو گزر چکا ہے، لیکن آج ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ان کے حقیقی پیغام اور تعلیمات کو جان سکیں۔ ان دونوں عظیم

ہستیوں نے کیا واقعی یہ تعلیم دی تھی کہ کائنات اور انسان کا کوئی خالق نہیں ہے؟ اس نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کا انتظام نہیں کیا؟ چنانچہ ہم عملانہ یہ دیکھتے ہیں کہ بعد گتم بده اور جین مت کے پیروؤں میں خدا کی ہستی سے بے نیازی برتنے کے بعد گتم بده اور مہاویر جین کو ہی عملانہ خدا کے مقام پر رکھا گیا ہے۔ ان کی مورتیوں یا تصویروں کی پوجا کی جاتی ہے۔ ان سے ویسی ہی محبت اور عقیدت رکھی جاتی ہے جیسی خدا کے ساتھ ہونی چاہیے۔ ان سے دعا میں مانگی جاتی ہیں اور امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں۔

اس بات پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ دونوں مذاہب ڈھائی ہزار سال قبل سے موجود ہیں، تو اس سے پہلے جو انسان زمین پر آباد تھے، ان کی ہدایت و رہنمائی کا کیا انتظام تھا؟ ان کے لیے کون ساندھب تھا جس پر لوگ چلتے تھے؟ اگرچہ جین مذہب میں یہ دعویٰ ہے کہ چوبیس تیر ہنکر گزرے ہیں اور جین مذہب سب سے قدیم اور انسانوں کا پہلا مذہب ہے۔ لیکن اس دعوے کے لیے کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا جاسکتا۔

گتم بده اور مہاویر جین دونوں تاریخی اعتبار سے انسان تھے۔ انسانوں کی ساری کیفیات کھانا پینا، سونا جا گنا، صحت و بیماری اور موت کا ان کی زندگیوں میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد انھیں خدائی کے درجے پر کیسے فائز کیا جاسکتا ہے؟ ان دونوں ہستیوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ خود خدا ہیں، ان کی پوجا اور پرستش کی جائے یا ان سے دعا میں مانگی جائیں وغیرہ۔ اب دیکھیں کہ عیسائیت کیسے وجود میں آئی؟

عیسائیت کے بنیادی عقائد کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ کیا ان عقائد کے ساتھ باہل میں عیسائی مذہب کا کوئی تصور پایا جاتا ہے؟ اس کا جواب فنی میں ہے۔ یہ بات بہت معروف ہے کہ حضرت عیسیٰ کے تقریباً ستر یا سو سال کے بعد سینت پال نے موجودہ عیسائی مذہب کی بنیاد ڈالی اور اسے حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کر دیا۔ باہل کے مطابق حضرت عیسیٰ خود ایک خدا کی بندگی کرتے تھے۔ انہوں نے تین خداوں کا کوئی تصور پیش نہیں کیا تھا۔ ۳۲۵ء میں نیقیہ کی کوشش شاہ روم کی زیر صدارت منعقد کی گئی، اس میں عیسائی مذہب کے علماء نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بینا اور خود خدا ہونے کا عقیدہ اختیار کر کے اس کو سرکاری عقیدہ قرار دیا۔ ۳۲۵ء سے قبل حضرت عیسیٰ

کے بارے میں اس بات پر اتفاق نہیں پایا جاتا تھا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں اور تین خداوں میں سے ایک ہیں۔

اسی طرح یہودیت حضرت موسیٰ کی طرف منسوب ہے۔ لیکن عہد نامہ قدیم (Old Testament) میں حضرت موسیٰ کسی نئے مذہب کے بانی نظر نہیں آتے، بلکہ وہ ایک خدا کی بنگی اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کے بعد ان کے ماننے والوں نے ایک مذہب بنایا کہ ان کی طرف منسوب کردیا جو آج یہودیت (Judaism) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

فیصلہ انسان کے ہاتھ میں ہے

قرآن کے نزدیک اسلام ہی خدا کا قابل قبول دین ہے۔ خدا نے بہت سارے مذاہب انسان کو نہیں دیے ہیں۔ اس نے یہ نہیں کہا ہے کہ کسی بھی مذہب پر چلو، وہ تم سے راضی ہو جائے گا بلکہ یہ تفصیل اوپر گزر چکی ہے کہ مذاہب کس طرح وجود میں آئے یا ایجاد کر لیے گئے۔ دنیوی کام یابی، ترقی، خوش حالی اور اخروی نجات تو انسانوں کو ایک ایسے مذہب میں ہی ملے گی، جسے خدا کی سند (Sanction) حاصل ہے۔ البتہ کسی بھی انسان کو اسے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ لاحق یا زور زبردستی سے دین کو قبول نہیں کرایا جاسکتا۔ اس سلسلے میں قرآن کے واضح ارشادات درج ذیل ہیں:

۱۔ ”دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔“ (آل عمرہ: ۲۵۶)

۲۔ ”اے پیغمبر صاف کہہ دو یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے جس کا جی چاہے اسے مان لے۔ جس کا جی چاہے انکا در کر دے۔“ (آلہف: ۲۹)

۳۔ ”ہم (خدا) نے اسے راستہ دکھادیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔“ (الدھر: ۳)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن اسلام کو خدا کا دین کہتا ہے، لیکن اس کے قبول کرنے

یا انکار کرنے کا پورا اختیار اور آزادی ہر انسان کو دیتا ہے۔ اس اختیار اور آزادی کو کوئی چھین نہیں سکتا۔ البتہ وہ انسان پر واضح کرتا ہے کہ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا۔ اس دنیا میں اسلام کو چھوڑ کر کسی بھی مذہب پر چلنے کا نتیجہ گمراہی بدآمنی، فساد و بکار اور ظلم و تشدد کی شکل میں سامنے آئے گا۔ اس زندگی کے بعد آخرت میں بھی انسان کو زبردست ناکامی اور جہنم کی آگ کا سامنا ہو گا۔

اس تفصیل کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ دیگر مذاہب اور ان کے پیروؤں کے متعلق اسلام کی تعلیم کیا ہے؟ کیا دیگر مذاہب کو اسلام اپنا حریف اور م مقابل سمجھتا ہے اور ان مذاہب کے پیروؤں کو اپنا دشمن قرار دیتا ہے؟ کیا ان کو زندگی اور عقیدہ و عمل کے سلسلہ میں انسانی آزادی سے محروم کرتا ہے؟ یا وہ ہر انسان کے بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے اور عقیدہ و عمل کی آزادی دیتا ہے؟ چنانچہ اس سلسلہ میں آئندہ صفحات میں کچھ تفصیلات پیش کی جائیں گی۔

ایک اہم حقیقت

چھپلے مباحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خدا کی جانب سے پیغمبروں اور نبیوں کے ذریعہ ابتداء میں انسانوں کو ایک ہی مذہب عطا کیا گیا تھا۔ اس پر عمل بھی ہوتا رہا۔ لیکن اس کے بعد لوگوں نے مختلف اسباب کی بنا پر اختلافات پیدا کر کے مختلف مذاہب بنالیے۔

قرآن کی درج ذیل آیات اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہیں:

”ابتداء میں سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے۔ (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رومنا ہوئے) تب اللہ نے نبی پیغمبر جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کچھ روی کے نتائج سے ذرا نہ والے تھے، اور ان کے ساتھ کتاب برحق نازل کی۔ تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رومنا ہو گئے تھے، ان کا فیصلہ کرے۔ (اور ان اختلافات کے رومنا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ابتداء میں لوگوں کو حق بتایا نہیں گیا تھا۔ نہیں) اختلاف ان لوگوں نے کیا، جنہیں حق کا علم دیا جا چکا تھا۔

انہوں نے روشن ہدایات پانے کے بعد محض اس لیے حق کو چھوڑ کر مختلف طریقے
نکالے کہ وہ آپس میں زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ پس جو لوگ انیاء پر ایمان لے
آئے، انہیں اللہ نے اپنے اذن سے اس حق کا راستہ دکھایا، جس میں لوگوں نے
اختلاف کیا تھا۔ اللہ جسے چاہتا ہے، راہ راست دکھاتا ہے۔“ (البقرۃ: ۲۱۳)

مسلمانوں کی ذمہ داری

اسلام سارے انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دین ہے۔ قرآن مجید اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم سارے انسانوں کے لیے ہیں۔ اسلام کے اولین پیغمبر حضرت آدم تھے اور
آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ پر جو کتاب نازل ہوئی، یعنی قرآن مجید اور آپ
کی سیرت مبارکہ سب محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود آپؐ کو اپنا آخری پیغمبر بتایا ہے۔ آپ نے
اسلام کی بنیاد پر ایک مثالی معاشرہ قائم کیا تھا، جس کی تفصیلات تاریخ میں محفوظ ہیں۔

ضروری ہے کہ مسلمان اسلام کے تعلق سے اپنے قلب و ذہن کو یکسونگیں۔ اس نعمت
پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا کیں۔ اپنی اس پوزیشن پر بھی غور کریں کہ دنیا میں اس وقت یہ نعمت
(اسلام) صرف ان ہی کے پاس ہے۔ لیکن یہ ایک امانت ہے، جسے جلد از جلد انھیں عام
انسانوں اور برادرانِ دُنْۤمِ تک اپنے قول و عمل اور مجموعی روایہ کے ذریعہ پہنچانا چاہیے۔ وہ اگر
غفلت بر میں گے تو شدید اخروی بازار پر سے دوچار ہوں گے۔ کیوں کہ عام انسانوں کا جہنم کی
بھی انک آگ سے بچنا، ان تک اسلام کی دعوت کے پہنچنے پر منحصر ہے۔

مسلمانوں میں اگر کسی کو یہ غلط فہمی ہے تو دور کر لینی چاہیے کہ سارے مذاہب خدا کی
طرف سے ہیں اور سب بحق ہیں۔ یاد رہے کہ صرف اسلام خدا کی طرف سے ہے۔ جب یہ
حقیقت ہے تو انھیں تن من دھن سے اسلام کی دعوت و تبلیغ کو اپنی زندگی کامشنا بنانا چاہیے۔ انھیں
بندوں کو راضی کرنے کے لیے اس بات کا اعلان نہیں کرنا چاہیے کہ سارے مذاہب بحق ہیں۔
اتی بڑی غلط اور خلاف حق بات کہتے ہوئے، انھیں اللہ کا ذر اور خوف لا حق ہونا چاہیے۔ آج بہت

سے نادان مسلمان مختلف مقاصد کے لیے اسلام کی رہنمائی چھوڑ کر اپنی اور برادران وطن کی طرح طرح کی تنظیموں، اداروں اور تحریکوں میں سرگرم ہیں۔ ان کے پلیٹ فارم، ان کے جلوسوں، خطابات عام، سپوزمیم اور میئنگوں میں جاہلیت کی آئندی یا لوگی، فلسفہ، پالیسیوں اور پروگراموں کو سارے مسائل کا حل اور کام یابی اور سر بلندی کا نسخہ بتاتے ہیں۔ یہ عبرت کا مقام ہے!! کیوں کہ واحد اور حقیقی حل صرف اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور تعلیمات میں پوشیدہ ہے۔ وہ اگر اس حقیقت کو انسانوں سے چھپاتے ہیں تو یہ ان کی گمراہی کے لیے خود ذمہ دار قرار دیے جائیں گے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اب تک مذکورہ سرگرمیوں کا نتیجہ محدود یا موہوم ماذی فائدوں کے حصول کے سوا کچھ میں نکلا جاؤ آخرت میں ناکامی اور خسارے کا سودا ہے۔

انسانوں کے وضع کردہ نظریات، فلسفوں اور مذاہب سے آج تک انسانیت کا کوئی بھلا ہوا اور نہ کوئی مسئلہ حل ہو سکا۔ بلکہ مسائل پہلے سے زیادہ چیزیدہ ہوتے چلتے گئے۔ دنیا کے دو بڑے نظریات کمیونیزم اور سرمایہ داری کے اثرات بد اور اس کے تباہ کن نتائج سے آج تک انسانیت دو چار ہے۔



مکالمہ بین المذاہب

(Interfaith Dialogue)

- اس دور میں مذاہب کے حاملین کے درمیان افہام تفہیم اور ان کی پوزیشن کی صحیح واقفیت کے لیے "مکالمہ بین المذاہب" کے عنوان سے پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں۔ اسے بین المذاہب (Inter Religious) پروگرام بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرح کے پروگرام کثیر مذہبی و انسانی سماج میں پر امن زندگی انسانی بھائی چارہ اور امن و سلامتی کے لیے ضروری ہیں۔
- ہمارے خیال میں "مکالمہ بین المذاہب" کے درج ذیل مقاصد ہونے چاہئیں:
- ۱۔ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان قربت بڑھے۔ ایک دوسرے کے بارے میں ان کی غلط فہمیاں دور ہوں اور وہ ایک دوسرے سے قریب آئیں۔
 - ۲۔ مذاہب کے درمیان مشترک قدرتوں کی نشاندہی کی جائے، تاکہ ان کی بنیاد پر مذاہب کے ماننے والے مل جل کر رہیں اور ان کے درمیان انسانی بھائی چارہ، امن و شانستی اور اعتماد پیدا ہو۔
 - ۳۔ مذاہب کو، جیسا کہ وہ ہیں، ویسا ہی سمجھا اور جانا جائے۔ تعصُّب اور تنگ نظری کی بنا پر کسی مذاہب کی حقیقت جانے اور سمجھنے میں رکاوٹ نہ پیدا کی جائے۔
 - ۴۔ ذائقہ اگ کا ایک اہم اور بنیادی مقصد یہ ہونا چاہیے کہ آغاز انسانیت میں خالق نے جو ہدایت و رہنمائی دی تھی، اس کی تلاش اور کھوچ کی جائے۔ خالق کی ہدایت و رہنمائی

بندوں تک پہنچنے کے لیے پیغمبروں اور نبیوں کا سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہو کر آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ ان تمام پیغمبروں اور نبیوں نے جو تعلیم، پیغام اور رہنمائی انسانوں کو عطا کی، اسے جانے کی کوشش کرنا ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ ایسا کرنا انسانی فلاح و نجات کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ اگرچہ پیغمبروں اور نبیوں کی سیرت اور ان پر نازل کی گئی کتابیں اور صحیفے محفوظ نہیں رہے، لیکن آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید محفوظ ہے اور آپ کی سیرت بھی پوری طرح محفوظ ہے۔

۵۔ ڈائلگ کا ایک مقصد اسلام کا صحیح تعارف کرانا، نیز اس کے متعلق غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو دور کرنا بھی ہے۔

۶۔ قومی زندگی میں اس کا حصول، مذہب کے نام پر بے جا نفرت اور دشمنی کا خاتمه، تہذیبی جاریت سے مذہبی گروہوں کی حفاظت بھی بین المذاہب مکالمے کے مقاصد میں شامل ہے۔ چنانچہ ایک متنوع سماج میں مختلف مذاہب اور تہذیبوں کے حاملین کے درمیان انسانی بھائی چارہ اور ادائیگی حقوق کے ساتھ رہ کر ہی امن اور ترقی کا حصول ممکن ہے۔

ان پروگراموں کا ایک قابل توجہ اور افسوس ناک پہلو بھی ہے۔ وہ یہ کہ ان کے شرکاء میں دانش و رہنماؤں کی رہنمابالعلوم پر زور انداز میں کہتے ہیں کہ تمام مذاہب بحق ہیں۔ سب تشدد اور بدآمنی کے خلاف ہیں۔ لیکن مٹھی بھر لوگ مذہب کے نام پر خون بھار ہے ہیں، اسی لیے سارے مذاہب کے رہنماؤں کو دہشت گردی کے خلاف میدان میں آتا چاہیے، بلکہ ایک خاص مذہب کے رہنماؤں اور دانش وردوں کو اپنے نوجوانوں کو تابو میں رکھنا چاہیے۔ مذہبی اور جہادی جنون سے انھیں بچانا چاہیے۔

گویا یہ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں آج بدآمنی، جنگ، تشدد، دہشت گردی اور انسانی حقوق کی پامالی کے لیے مذہب ہی اصل ذمہ دار ہے۔ جب کہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ ہمارے ملک اور دنیا کی ابتو اور تنگیں صورت حال اور بالخصوص دہشت گردی ظہور کے اسباب بالکل

دوسرے ہیں۔ ان اساب کو جب تک دو نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک یہ صورت حال بدل نہیں سکتی۔

دوسرے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ مذکورہ پروگرام میں خدا کی عطا کردہ ہدایت اور رہنمائی کو تلاش کرنے، غور و فکر اور فیصلہ کر کے اپنی زندگی میں اسے اختیار کرنے کا کوئی جذبہ یا دلچسپی مقرر رین اور سامعین کے اندر نہیں پائی جاتی۔

غور کرنے کی ضرورت ہے کہ انسانی مذاہب اور نظریات کے ذریعہ دنیا میں آشتی اور عدل و انصاف کے حصول میں ناکام ہے۔ کیا خدا کو اپنے بندوں سے دشمنی ہے؟ کیا اس نے ان اہم مقاصد اور قیمتی اقدار کے حصول کے لیے کوئی رہنمائی اور رضا بطہ انسانوں کو عطا نہیں کیا؟ کیا خدا یہ چاہتا ہے کہ اس کی بنائی ہوئی دنیا میں سب سے اشرف مخلوق انسان ظلم و نا انصافی، تشدد اور قتل و غارت گری، فساد اور جنگ کے ماحول میں اپنی زندگی بسر کرے؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا یقیناً چاہتا ہے کہ اس کے بندے خوش و خرم رہیں۔ دنیا خوش حالی، امن و ترقی اور عدل و انصاف کا گھوارہ بن جائے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے اس نے جو اصول اور رضا بطہ انسان کو عطا فرمائے ہیں ان پر عمل کر کے ہی انسان کا میاب زندگی بسر کر سکتا ہے۔

ان پروگراموں میں مسلم و انش و رون اور مذہبی رہنماؤں کا رول بہت اہم ہے۔ انھیں اس طرح کے موقع پر حکمت اور محبت، داعیانہ جذبے اور درود سوز کے ساتھ اسلام کا تعارف کرانا چاہیے۔ اسلام کی خصوصیات بالخصوص اس کے مکمل نظام حیات ہونے، واحد دین حق ہونے، مسائل حیات حل کرنے والا ہونے اور اخروی نجات کا ضمن ہونے کی حیثیت پیش کرنا چاہیے۔ اسلام کو مسلمانوں کے قومی یا نسلی مذہب کے طور پر نہیں بلکہ دین خداوندی کے طور پر پیش کیا جائے نیز تباہی جائے کہ وہ سب کے لیے ہے۔ اسلام کی اس حیثیت کو بھی واضح کرنا چاہیے کہ وہ ہر انسان کے لیے موجب فلاح و نجات ہے۔ انھیں وحدت ادیان کی تائید ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ کیوں کہ اللہ کے یہاں یہ بہت بڑا جرم ہوگا۔ وحدت ادیان کو تسلیم کر کے اور اس پر عمل پیرا ہو کر انسان کبھی امن و چین، سکون و راحت اور دنیوی فلاح و اخروی نجات نہیں پاسکتا۔

مذہبی رواداری

وحدت ادیان کے ماننے والوں کے نزدیک مذہبی رواداری کے لیے ضروری ہے کہ تمام مذاہب کا حق پر ہوتا تسلیم کیا جائے۔ ان کا خیال ہے کہ کسی ایک مذہب کو سچا قرار دے کر باقی مذاہب کو صحیح نہ سمجھنا دراصل مذہبی عدم رواداری کا روایہ ہے۔ جو رواداری کے بالکل خلاف ہے۔ لیکن رواداری کا یہ مفہوم صحیح نہیں ہے۔ رواداری کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی کسی مذہب کو عقل و دلیل، حکمت و بصیرت کی بنیاد پر صحیح نہ سمجھتا ہو، لیکن حض و دوسروں کو خوش کرنے اور اس مذہب کے ماننے والوں کو ناراض نہ کرنے کی خاطر اس مذہب کو صحیح تسلیم کر لے۔ اسی طرح اس کے نزدیک جو مذہب صحیح ہے اس کو دوسروں کے سامنے ایک برق مذہب کے طور پر پیش نہ کرے، مخفی اس لیے کہ دوسرے ناراض ہوں گے۔ یہ طرز عمل تو سچ اور جھوٹ یا غلط اور صحیح دونوں کو ایک ہی سطح پر لا کر کھلا کرتا ہے۔ اسے کسی بھی دلیل کے مطابق معقول اور صحیح طرز عمل نہیں کہا جاسکتا۔ اس میں حق کو تلاش کرنے اور اسے پانے کے بعد فلاح اور کام یا بی ونجات کے لیے اختیار کرنے کا جذبہ مفقود ہے۔

رواداری کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے مذہب کو صحیح اور برق ماننے کے باوجود دوسرے مذاہب کو برداشت کرے، اگرچہ وہ ان کو صحیح نہ سمجھتا ہو۔ ان کے مذہبی جذبات کو شخصیں نہ پہنچائے۔ ان کی مذہبی شخصیات اور عبادات گاہوں کا احترام کرے۔ دلائل کی بنیاد پر دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے افہام و تفہیم کا سلسلہ جاری رکھے، تاکہ سچائی کھڑک رسامنے آئے، لیکن برق مذہب ہونے کے دعوے کی بنیاد پر دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ ناقن لڑائی جھگڑا نہ کرے۔

رواداری کا مطلب یہ بھی ہے کہ اپنے مذہب کی اشتاعت اور تبلیغ کے لیے دھنس، دھاندلی، زور زبردستی، یا تحریص کا روایہ اختیار نہ کرے۔ انسانوں سے بے جامنافترت کی کوئی مہم نہ چلائے۔ ہر فرد کا یہ بنیادی حق تسلیم کرے کہ وہ جس عقیدہ و مذہب پر اپنی آزادانہ مرضی سے چلتا

چاہے، اسے یہ اختیار و آزادی حاصل ہو۔ یعنی تو خدا کا عطا کردہ ہے، اسے کسی بھی عنوان سے چھین لینے کا اختیار کسی کو حاصل نہیں ہے۔

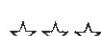
اہل مذاہب کے درمیان رواداری کا مذکورہ مفہوم تسلیم اور قبول کیا جائے تو مذہبی کشیدگی اور منافرت Religious Conflict اور Religous Animosity اور تہذیبی جاریت پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب کا نام لے کر کچھ چالاک لوگ اقتدار پانے کے لیے مذہبی فرقوں کو آپس میں لڑانے کی بھرپور کوششیں کرتے ہیں۔ عام طور پر لوگ ان کی حقیقت سے واقف ہیں اور اس طرح کی کوششوں کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں انسان بالعموم پیار و محبت، بھائی چارہ اور امن اور شانستی کے ساتھ باہم جل کر رہا ناپسند کرتے ہیں۔

رواداری کا اسلامی تصور پیش کرتے ہوئے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تحریر فرماتے ہیں:

”عموماً لوگ اس غلط فہمی بتلا ہیں کہ دو مختلف خیالات رکھنے والے آدمیوں کے مختلف اور مختلف خیالات کو درست قرار دینا ”رواداری“ ہے۔ حالاں کہ یہ دراصل رواداری نہیں ہیں مخالفت ہے۔ رواداری کے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں کے عقائد یا اعمال ہمارے نزدیک غلط ہیں، ان کو ہم برداشت کریں۔ ان کے جذبات کا لحاظ کر کے ان پر ایسی نکتہ چینی نہ کریں، جو ان کو رنج پہنچانے والی ہو، اور انھیں ان کے عقائد سے پھریرنے یا ان کے عمل سے روکنے کے لیے زبردست کا طریقہ اختیار نہ کریں۔ اسی قسم کا تحمل اور اس طریقے سے لوگوں کو اعتقاد و عمل کی آزادی دینا نہ صرف ایک مستحسن فعل ہے، بلکہ مختلف اخیال جماعتوں میں امن اور سلامتی کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ لیکن اگر ہم خود ایک عقیدہ رکھنے کے باوجود بحث و درسے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ان کے مختلف عقائد کی تصدیق کریں اور خود ایک دستور العمل کے پیرو ہوتے ہوئے درسے مختلف دستوروں کا اتباع کرنے والوں سے کہیں کہ آپ سب حضرات برحق ہیں، تو اس مخالفت نہ اظہار رائے کو کسی طرح رواداری سے تغیر نہیں کیا جاسکتا مصلحتاً سکوت اختیار کرنے اور عدم اجھوٹ بولنے میں آخر کچھ تو فرق ہونا چاہیے۔

صحیح رواداری وہ ہے، جس کی تعلیم اسلام نے ہم کو دی ہے۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ ”وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جن دوسرے مجبودوں کو پکارتے ہیں، ان کو برآنہ کہو کیوں کہ اس کے جواب میں نادانی کے ساتھ ناقص یہ خدا کو گالیاں دیں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لیے اس کے اپنے عمل کو خوش نہ بنا دیا ہے۔ پھر ان سب کو اپنے پروردگار کی طرف واپس جانا ہے، وہاں ان کا پروردگارِ انھیں بتا دے گا کہ انہوں نے کیسے عمل کیے۔“ (انعام: ۱۱۳)

”یہی وہ رواداری ہے جو ایک حق پرست، صداقت پسند اور سلیم اٹھنے انسان اختیار کر سکتا ہے۔ وہ جس مسلک کو صحیح سمجھتا ہے، اس پر حق کے ساتھ قائم رہے گا، اپنے عقیدے کا صاف صاف اظہار و اعلان کرے گا، دوسروں کو اس عقیدے کی طرف دعوت بھی دے گا، مگر کسی کی دل آزاری نہ کرے گا۔ کسی سے بدکلامی نہ کرے گا، کسی کے معتقدات پر حملہ نہ کرے گا، کسی کی عبادات اور اعمال میں مزاحمت نہ کرے گا۔ کسی کو زبردستی اپنے مسلک پر لانے کی کوشش نہ کرنے گا۔ باقی حق کو، حق جانتے ہوئے حق نہ کہنا یا باطل کو باطل سمجھتے ہوئے حق کہہ دینا، تو یہ ہرگز کسی سچے انسان کا کام نہیں ہو سکتا اور خصوصاً لوگوں کو خوش کرنے کے لیے تو ایسا کرنا نہایت کمزورہ قسم کی خوشامد ہے۔ ایسی خوشامد صرف اخلاقی حیثیت سے ہی ذلیل نہیں بلکہ اس مقصد میں بھی کامیاب نہیں ہوتی، جس کے لیے انسان اپنے آپ کو اس پست منزل تک گرا تا ہے۔“ (تہبیمات: ۷، اول ص: ۱۱۳۔ ۱۱۷)



کتابیات

- ۱۔ ہندوستانی مذاہب میں
توحید، رسالت اور آخرت کا تصور
- ۲۔ مطالعہ مذاہب
- ۳۔ انوارحقیقت یعنی سیتا رامکاٹھ پر کاش کا
اردو ترجمہ از چھپوچی، ایم اے سوامی دیاندرسوئی، ناشر: سارودینک آرچ پرائی نیچی سس، مہر شی دیانند
بھون، رام ایلہا میدان، بی ویلی
- ۴۔ تحقیق کائنات اور مذہب
- ۵۔ تفہیمات (جلد اول)
- ۶۔ اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مہادی
- ۷۔ مسئلہ تناخ یا آوگمن کا تحلیلی جائزہ
اب محمد امام الدین رام گری



